شعبان ۱۴۱۸ھ / دسمبر ۱۹۹۷ء

دعا

حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ

ماہنامہ "الحق" اب سے باقاعدہ ہر شمارے میں دوبارہ ادبیات کا مستقل عنوان شروع کر رہا ہے۔ ابتداء ہم حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی شہرہ آفاق دعا سے کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو عالم اسلام کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ اسلامی سربراہ کانفرنس اور نومبر کی مناسبت سے ہم یہ دعا نذر قارئین کر رہے ہیں۔ آئندہ معزز قارئین ہمیں اردو، عربی اور فارسی کے معیاری غزلیں اور نظمیں بھیج سکتے ہیں۔ (ادارہ)

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادی فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے

محروم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

پیدا دل ویراں میں، پھر شورش محشر کر اس محمل خالی کو، پھر شاھد لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو وہ داغ محبت دے، جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوش ثریا کر خود داری ساحل دے، آزادی دریا دے

بے لوث محبت ہو، بیباک صداقت ہو سینوں میں اجالا کر، دل صورت مینا دے

احساس عنایت کر آثار مصیبت کا امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے

میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا

تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ـــــ ۳۲
شمارہ نمبر ـــــ ۲
شعبان ـــــ ۱۴۱۸ھ
دسمبر ـــــ 1997

30-12-97

مدیر اعلیٰ ــ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران ــ حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ
مدیر ــ حافظ راشد الحق حقانی

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

کمپیوٹر کمپوزیٹر:۔ سجاد خان

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان۔ فون:۔ 630340-(0923)

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20 امریکی ڈالر

پبلشر۔ مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق حقانی

ملک کا آئینی بحران، شخصی آمریت، عدالت و آئین کا جنازہ

گذشتہ ماہ ملک میں چند بڑوں کی " جھوٹی انا" اور ہٹ دھرمی و بیجا ضد کے نتیجہ میں جو طوفان بدتمیزی برپا ہوا تھا۔ آخر کار عدالت، آئین اور دستور کی دھجیاں اڑانے، قومی اداروں کی رہی سہی ساکھ کو خاک میں ملانے اور قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان دینے کی شکل میں تھم گیا۔ لیکن بحران کا یہ طوفان اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے گیا۔ یہ سب ڈرامہ بازی، کھیل تماشا اور دنگا وفساد کس نے برپا کیا؟ آیا اس میں غریب عوام ملوث تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ بےچارے تو مہنگائی، دہشت گردی اور استحصال کی چکی میں موجودہ حکومت کی طرف سے نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کے وعدوں کے باوجود پس رہے ہیں۔ وہ کس طرح ان ہاتھیوں کی جنگ میں کود سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ملک وملت کے کس مفاد کی خاطر یہ " چومکھی" لڑائی لڑی گئی۔ ملک کے وزیراعظم اور اس کے حواریوں نے جس ڈھٹائی، ہٹ دھرمی اور بے شرمی کے ساتھ عدل وانصاف کے معزز ترین مسند کے تقدس کو تاراج وغارت کیا یہ دنیا میں عدلیہ کی تاریخ کا ایک شرمناک باب کا اضافہ ہے، کہ مغل اعظم اکبر دی گریٹ اور " مختار کل" بننے کے شوق اور " بھاری مینڈیٹ" کے خمار میں مبتلا شخص نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاکر آئین پاکستان کو پامال کردیا اور سپریم کورٹ جیسے اعلیٰ ترین اور معزز ترین ادارے کی حکومتی سرپرستی میں وہ تذلیل و تحقیر کرائی گئی کہ پوری دنیا انگشت بدندان رہ گئی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ چیف جسٹس آف پاکستان جناب سجاد علی شاہ نے وقت کے فرعون کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے بلکہ اس کو مجرم کے کٹہرے میں لاکر یہ ثابت کردیا کہ اللہ کی حاکمیت ہی یہاں پاکستان میں سپرطاقت ہے اور جناب سجاد علی شاہ صاحب نے لکل فرعون موسیٰ کے مصداق اس سحرسامری کے غرور وتکبر کے بت کو پاش پاش کردیا۔ گوکہ اس سچائی اور جرات کی آپ کو سقراط کی طرح سنگین سزا دی گئی۔ لیکن آپ کے اس اقدام نے یہ ثابت کردیا کہ

ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

اورجب وزیراعظم کو معلوم ہوا کہ میں توہین عدالت کی زد میں آنے والا ہوں جس کے نتیجے میں میری وزارت عظمیٰ ختم ہوسکتی ہے تو اس نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت موٹروے کے

فتناح کے موقع پر مسلم لیگیوں اور ان کی حلیف جماعتوں کے کارکنوں کو اکساکر سپریم کورٹ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کا" شاندار مظاہرہ" ہوا۔ ان غنڈوں کی قیادت سینٹ قومی اور صوبائی اسمبلی کے معزز ارکان اور دیگر مسلم لیگی " زعما" کررہے تھے۔ جن کی تصاویر اور تفصیلات اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ لیکن اب کونسی عدالت بچی ہے جس میں فریاد رسی کیلئے دوہائی دی جائے اور کونسا ایسا قاضی وقت ہے جو انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ اس لیے کہ

؎ جب مسیحا دشمن جاں ہوتو کب ہے زندگی کون رہبر ہوسکے جب خضر پھسلانے لگے ؟

ان ڈیڑھ دو ھفتوں میں وزیراعظم کے خلاف توہین عدالت کیس میں لیگیوں کے لیے یہ معزز ترین ادارہ "بازیچہ اطفال" بنا رہا۔ پھر وزیراعظم نے بالآخر حسب سابق، حسب روایت، اور حسب عادت "چمک" طاقت، حرص اور لالچ کے ذریعے عدالتوں کی تقسیم در تقسیم کا شرمناک اور بھیانک کھیل کھیلا۔ جس کے نتیجے میں ایک مضحکہ خیز صورتحال پیدا ہوئی۔ کہ ملک میں اس وقت دو چیف جسٹس صاحبان موجود ہیں۔ اور سب سے زیادہ" غور طلب" مسئلہ یہ ہے کہ عدالت میں پہلے سے دائرکردہ وزیراعظم کے خلاف توہین عدالت کے مقدمہ کی سماعت کا کیا بنے گا ؟ اور جو ججز عدالت عظمیٰ کی تعظیم وتکریم کے لیے کوشاں تھے اور جو نہ جھک سکے نہ بک سکے۔ الٹا ان کے خلاف مقدمات شروع ہوگئے۔

ع عدل وانصاف کا معیار بھی کیا رکھا ہے ؟

ہمارے وزیراعظم کا المیہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے محسنوں اور حلیف قوتوں کو اقتدار میں آکر" پامال" کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہمیشہ اقتدار میں آکر اس نے خود اپنی حکومت کے لیے مشکلات پیدا کی ہیں پھر مزید مصائب میں اس کے" نامور" مشیروں اور" نورتن" وزراء کا ہاتھ رہا ہے۔ اپوزیشن اور مخالفین حکومت کو ان دوست نما دشمنوں کے ہوتے ہوئے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو ؟

آج قوم اور ارباب فکر ونظر یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ ماتحت اور صوبائی برانچوں کے جج صاحبان کیسے چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف صف آراء ہوتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق اگر چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ اگر پرائم منسٹر کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کرے تو کیا وزیراعظم صاحب معطل کرائے جاسکتے ہیں ؟ ہم اس" عارضی فتح" جوکہ درحقیقت شکست فاش ہے

پر جشن منانے والوں کو یہ بات گوش گزار کرتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ کی بالادستی نہیں بلکہ ایک فرد واحد کی آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کے لیے راہ ہموار کی گئی ہے۔ اس کے بعد وزیراعظم صاحب یہ نہ کہنا کہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔(اب آپ کے ہاتھ ضرورت سے زیادہ کھل گئے ہیں) اور میں مجبور ہوں کیونکہ " بھاری مینڈیٹ" سے "مسلح" پارلیمنٹ تمھارے ساتھ ، عدلیہ اور جج صاحبان تمھارے جیب میں اور افواج پاکستان کا "سایہ عافیت" تمھارے سر پر اور آئندہ کا صدر مملکت بے چارہ تمھارے رحم وکرم پر تو ایسے حالات میں آپ کے پاس اب اسلام اور قرآن وسنت کی بالادستی شریعت بل کی حقیقی معنیٰ میں منظوری ، نظام خلافت راشدہ کا نفاذ اور ملک وملت کی فلاح وبہبود کیلئے عملاً کچھ کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ..... اگر آپ صرف اور صرف ماضی کی طرح اپنی ذات اور حلیفوں کی تجوریاں اور منہ بند کرانے میں مصروف رہے تو یاد رکھیں کہ انقلاب جو کہ ملک کے دروازے پر ہرآن دستک دے رہا ہے تو سب سے پہلے مسمم لیگ اور پیپلز پارٹی اور دیگر لادین قوتیں ہی اس کی زد میں آئیں گی۔

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کے موقعہ پر موجودہ حکومت نے جس بے شرمی اور غرور وتکبر کے ساتھ " گولڈن جوبلی" منائی یہ بحران اور وزیراعظم کی عدالت میں پیشی یہ تذلیل یہ تضحیک اسی کا" وبال" و" عتاب" اور" ثمرہ" ہے۔ اور اسلامی نظام وقانون شریعت کے نفاذ سے اغماض کا نتیجہ ہے۔ اسی باعث تو ہم نے انہی اداراتی صفحات میں پیش آمدہ طوفانوں اور بحرانوں کے بارے میں بار بار آپ کو تنبیہ کی تھی لیکن ہماری اس کمزور اور ضعیف آواز کو درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ اگر چہ وزیراعظم فی الوقت اپنی کرسی وزارت پر براجمان اور رونق آفروز تو ہیں لیکن ملک وملت ، عدلیہ ، قانون بلکہ خود وزیراعظم کی عزت وناموس اور قدرومنزلت کوذبح کرنے کے بعد

؎ آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا ...؟

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار ، مولانا مفتی عبدالسمیع اور ندیم اقبال اعوان کی شہادت

موجودہ حکومت کے آتے ہی قتل وغارت گری اور دہشت گردی میں جو بےپناہ اضافہ ہوا اور حکومت کی نااہلی کیوجہ سے جو خونی لہر اٹھی ہے اس کی زد میں ملک کی عظیم دینی ومشہور درسگاہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور عظیم سکالر کئی کتابوں کے مصنف اور خالص علمی اور بے داغ کردار کی شخصیت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار جوکہ وفاق المدارس العربیہ کے جنرل سیکرٹری بھی تھے اور ان کے ساتھ جامعہ کے نامور استاذ حدیث اور طلبہ علوم دینیہ کے ہر دلعزیز علوم آلیہ کے اپنے وقت کے امام استاذی ومشفقی حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے ڈرائیور محمد طاہر جامعہ کے قریب دن دیہاڑے کراچی کے معروف ترین شاہراہ بزنس ریکارڈر روڈ پر چوک میں ۲ نومبر ۱۹۹۷ء بارہ بجکر چالیس منٹ پر پولیس چوکی کے سامنے نہایت ہی بدترین دہشت گردی کے شکار ہو کر شہادت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جس سے پورے ملک میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور ہر جگہ احتجاجی مظاہرے اور تعزیتی جلسے منعقد ہوئے اور ان کے ایصال وثواب کیلئے ختمات قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ آج ڈیڑھ ماہ پورا ہونے کو ہے اور ان کے سفاک قاتلوں کا باوجود وزیرداخلہ چیف منسٹر سندھ اور انتظامیہ کی یقین دہانیوں کی جو انہوں نے علماء کی قائم کردہ کمیٹی کو جس میں راقم بھی شامل تھا کرائی تھیں۔ آج تک کوئی سراغ نہ ملا۔ اصولاً اور اخلاقاً تو ان کو مستعفی ہوجانا چاہئے اس لیے کہ انہوں نے ۷۲ گھنٹوں کا وعدہ کیا تھا لیکن اس ملک میں سینکڑوں علماء اور نہتے شہری اور معصوم بچے قتل ہوئے ہیں۔ لیکناآج تک کسے پکڑا گیا ہے اور کس کو سزا دی گئی ہے یہ تو ایک مقتل ہے جس سے اہل حق علماء ایک ایک کرکے گزارے جارہے ہیں اور پھر خصوصاً ایک مسلک کے علماء کو اس حکومت کی آمد کے بعد توچن چن کے قتل کیا جارہا ہے چاہے کسی کا فرقہ واریت سے تعلق ہو یا نہ ہو۔

راقم اپنے اساتذہ کرام اور بالخصوص اپنے مشفق سرپرست اور محترم استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی سایہ شفقت میں بندہ دوسال تک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں رہا۔ اور ان کے بےپناہ احسانات، تعلیمی صلاحیتوں، مثالی نظم ونسق اور تعلیم و تربیت کے طفیل ہی بندہ آج قلم کو ہاتھ میں تھامنے کے قابل ہوا ہے۔ لیکن آج قلم اور ہاتھ میں وہ سکت وتاب نہیں کہ اپنے ان اعظیم اساتذہ کے بارے میں کچھ تعزیت سطور تحریر کرے۔ اس لیے کہ یہ راقم کا پنا ذاتی صدمہ ہے اور جو خود سراپا دردوالم کا پیکر ہو وہ تصویر درد اور تعزیت شذرہ میں کیا رنگ بھرے گا۔ ع ہوبہو کھینچے گا "اب تو درد" کی تصویر کون؟ (روح اقبالؒ سے معذرت کیساتھ)

ابھی کراچی کے سانحہ کاوار سہنے بھی نہ پائے تھے کہ جمعیت علماء اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور جمعیت طلباء اسلام کے بانی ارکان میں سے علماء حق کے بےباک ترجمان و وکیل جناب ندیم اقبال اعوان ایڈوکیٹ کو بھی عدالت اور پولیس کے زیرسایہ ایک مخصوص فرقے کے دہشت گردون نے شہید کردیا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ جناب ندیم اقبال اعوان نے ساری زندگی علماء اور جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے گزاری اور صبرواستقامت کے کوہ گراں ثابت ہوئے۔ انہوں نے جمعیت طلباء اور جمعیت علماء اسلام کے قانون دان کی حیثیت سے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا تھا گوکہ ان کا کوئی تعلق فرقہ واریت سے نہیں تھا۔ لیکن ان کو بھی ان ظالموں نے ایک سوچے سمجھے

منصوبے کے تحت شہید کر ڈالا ۔ جمعیت علماء اسلام کے تمام علماء اور کارکن آپکی جدائی پر انتہائی رنجیدہ ہیں ۔ اور آپکی لاذول خدمات تاریخ میں جلی اور سنہری حروف میں لکھی جائینگی ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقامات سے نوازے ۔

اسلامی سربراہ کانفرنس توقعات اور مستقبل کے چیلنجز؟

تہران میں منعقدہ آٹھویں اسلامی سربراہی کانفرنس انتہائی نازک اور مشکل ترین حالات میں منعقد ہورہی ہے جوکہ ہر لحاظ سے قابل تحسین اور باعث مسرت امر ہے کہ عالم اسلام کے تمام سربراہان یا ان کے نمائندے کافی عرصے کے بعد امت مرحومہ کے مسائل اور مشکلات پر سوچنے کیلئے سرجوڑ کر ایران کے دارالخلافہ تہران میں جمع ہوئے ہیں ۔ ان کے سامنے اسلامی دنیا کے مسائل مشکلات اور آپس میں اختلافات خصوصاً امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر جیسے معاملات درپیش ہیں ۔

درحقیقت موجودہ حالات میں عالم اسلام دوسری قوموں سے تمام شعبہ ہائے زندگی میں بہت پیچھے ہے ۔ خواہ وہ تعلیمی شعبہ ہو ، اقتصادیات ہوں یا معاشیات ، میڈیا ہو یا سائنس وٹیکنالوجی عسکری شعبہ ہو یا سماجی ۔ الغرض زمانہ بہت تیزی سے ترقی کررہاہے اور ہم تھکے ہارے درماندہ مسافر کی طرح سایہ دیوار میں بیٹھے سستا رہے ہیں ۔ حالانکہ علم وعمل کا میدان تو مومن ہی کیلئے ہے ۔ سائنس علوم وفنون اور یہ ایجادات ہماری ہی متاع گم شدہ اور ہمارے بزرگوں کی میراث ہیں ۔ جن کو غیروں نے اپناکر دنیا کو مسخر کرلیا اور آج ہم پر وہ حکومت کررہے ہیں اور ہم ان کے غلام ہیں اور روزافزوں ان کی غلامی کے قعرمذلت میں گرتے چلے جارہے ہیں ۔ اے مسلم سربراہان مملکت ! آج امت کو سب سے زیادہ ضرورت آپس میں اتحاد واتفاق ، اخوت ومحبت باہمی ربط وتعلق اور اشتراک عمل کی ہے ۔ آج ہمارے جسم کے اعضاء افغانستان ، کشمیر ، عراق ، لیبیا ، سوڈان ، ایران ، القدس شریف ، چیچنیا ، بوسنیا اور قبرص وغیرہ امریکہ واسرائیل کے زیرعتاب ہیں اور بعض ممالک میں اس کی سازشوں کے نتیجہ میں کشت وخون کا خونی کھیل جاری ہے ۔ خدارا عالم اسلام کی حالت زار پر رحم فرمائے اور امت کو کچھ دیکر اٹھیئے ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کانفرنس بھی ماضی کی طرح نشستندوخوردندو برخاستند کی طرح ناکام ہوجائے اور صرف چند کاغذی رسمی قراردادوں اور وہی پرانے گھسی پٹی تقاریر اور بے ثمروبے نتیجہ تجاویز پر اس کا اختتام نہ ہو بلکہ امت مرحومہ کیلئے یہ کانفرنس بانگ درا اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کیلئے صوراسرافیل اور دشمن اور سامراجی قوتوں خصوصاً

یہود وہنود اور امریکہ کیلئے صاعقہ اور برق وتپاں ثابت ہو۔ اور پھر عالم اسلام کی موجودہ شکستہ وریختہ تعمیر کیلئے ایک بنیان مرصوص فراہم کرتے ہوئے وہ سد سکندری اور کوہ ہمالیہ کیطرح ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ نہایت ہی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ او آئی سی. کا میزبان ملک ایران نے اپنے ہمسایہ اسلامی مملکت افغانستان کی حقیقی نمائندگی کو نظرانداز کرتے ہوئے ایک بھگوڑے اور شکست خوردہ سازشی شخص کو افغانستان کے صدر کے طور پر مدعو کیا ہے اور ۹۵ فی صد کے علاقے اس کا اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے والی حکومت کو نظرانداز کیا ہے۔ اور افغانستان کی سیٹ کو خالی دکھا گیا ہے۔اور سابق صدر کو پورا سرکاری پروٹوکول دیا گیا ہے۔ اس بے انصافی پر O.I.C سے ہم اخوت اور مسلم امہ کے اتحاد ویگانگت کی توقع رکھیں کہ انہوں نے تعصب اور نفرت کی بنیاد پر افغانستان کو مدعو نہیں کیا۔ بہرحال یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ امریکہ کے ناچاہتے ہوئے بھی مسلم ممالک کے ایک ریکارڈ تعداد نے اتحاد و یکجہتی اور امریکہ کے خلاف ایک صف میں جمع ہوکر تہران میں نازک وقت میں شرکت کی۔ اور نہایت ہی مفید اور وزنی قراردادیں پاس کیں۔ او آئی سی ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے جس میں پچپن ممالک شامل ہیں۔ اس کانفرنس میں مسلم رہنماؤں کی ایک عظیم تعداد شرکت کررہی ہے جن میں ۳۰ صدور، ۷ وزراء اعظم، ۳ بادشاہ، ۴ ولی عہد شرکت کررہے ہیں۔ یہ عظیم قوت اگر اقوام متحدہ میں جوکہ معرکہ کا اصل میدان ہے وہاں پر بھی ان قراردادوں اور مسلم اتحاد کیلئے عملاً سرگرم عمل اور یکجا ہوجائے اور امت مسلمہ کے اعظیم مفاد کیلئے اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھے۔اور امریکہ واقوام متحدہ واسرائیل کو من مانی کرنے کا موقعہ نہ دے اور اپنی کوششوں سے دوبارہ مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار بحال کرے۔اور اکیسویں صدی اور اسکے چیلنجز خصوصاً تعلیم، اقتصادیات، اکنامکس، سائنس وٹیکنالوجی اور مشترکہ اسلامی منڈی کیلئے مخلصانہ کوشش کرے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ، اسرائیل، بھارت، روس وغیرہ یا کوئی اور طاقت عالم اسلام کے خلاف آنکھ اٹھاکر دیکھے۔ تو اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے اگر عالم اسلام کا اتحاد اور یکجہتی اسی طرح برقرار رہی تو یہ ایک نئی صبح کی طلوع کی نوید ہوگی۔

اٹھ دیکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ　　مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو زرا دیکھ

افغانستان میں ہزاروں معصوم سفیران امن طالبان کی اجتماعی قبروں کی دریافت

ہم نے ماہ ستمبر کے شمارہ کے اداریے میں جن بے گناہ معصوم سفیران امن کے قتل عام کا رونا رویا تھا۔ آخرکار ہماری اطلاع صحیح ثابت ہوئی اور افغانستان کے شمالی علاقہ جات میں تین ہزار کے

بقیہ صـ 55 پر

موجودہ حالات میں دینی جماعتوں کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں۔
ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس سے مولانا سمیع الحق صاحب کا خطاب

ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے جنرل کونسل کا اجلاس مورخہ ۷ دسمبر کو صبح ۱۰ بجے لیک ویو موٹل اسلام آباد میں کونسل کے صدر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز مولانا قاری اکبر علی نعیمی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اجلاس کی میزبانی جماعت اہلحدیث کے سربراہ جناب صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی صاحب نے کی۔ اجلاس میں صدر کے علاوہ کونسل کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، جماعت اسلامی کے امیر جناب قاضی حسین احمد صاحب، تحریک جعفریہ کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب سواد اعظم، اہلسنت کے سربراہ مولانا محمد اسفندیار خان صاحب، حزب جہاد کے سربراہ آغا مرتضیٰ پویا صاحب، جماعت اہلحدیث کے سربرہ صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی صاحب، اتحاد العلماء کے مولانا عبدالجلیل صاحب اور دیگر علماء نے ملکی اور بین الاقوامی حالات پر مفصل خطاب کیے۔

ملی یکجہتی کونسل کے جنرل کونسل نے جمعہ کی چھٹی ختم کرکے عیسائیوں کی طرح اتوار کی چھٹی کرنے، فحاشی، عریانی، سود کے خاتمے کیخلاف حکومت کی اپیل اور القدس پر اسرائیل قبضہ اور بھارت کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوششوں پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے۔ کہ رمضان المبارک کے پہلے جمعہ کی چھٹی کے خاتمے اور دوسرے جمعہ کو سود کے خاتمے کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کیخلاف حکومت کی طرف سے سپریم کوٹ میں اپیل دائر کرنے، تیسرے جمعہ کو فحاشی و عریانی، بھارت میں کرکٹ ٹیم بھیجنے کیخلاف احتجاج کیا جائیگا۔ اور جمعۃ الوداع کو یوم القدس کے طور پر منایا جائیگا۔ ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس میں ملک میں دہشت گردی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ دہشت گردی کی روک تھام کیلئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ اور اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگائی جائے۔ اور ناجائز اسلحہ ضبط کیا جائے۔ اجلاس میں دینی مدارس کے خلاف حکومت کی ریشہ دوانیوں اور زکوۃ کی امداد بند کرنے کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ حکومت دینی مدارس کی راہ میں روڑے نہ اٹکائے۔ برطانوی چرچ کے سربراہ آرچ بشپ آف کنٹربری کے دورہ پاکستان پر غور کیا۔ اور اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس دورے کا بنیادی مقصد پاکستان میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان خیرسگالی کی فضاء پیدا

کرنا تھا جبکہ آرچ بشپ کے اسلامی یونیورسٹی میں خطاب کرکے یہ مسئلہ چھیڑ دیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عیسائی ہوجائے تو اسے تحفظ اور مراعات دی جائیں۔ ہم آداب میزبانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ ہم مہمان کا احترام کرتے ہیں۔ معزز مہمان اس کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور مسلمانوں کے جذبات مجروح نہ کریں اور امت مسلمہ سے معافی مانگے۔ انہوں نے کہا کہ آرچ بشپ نے توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ قانون صرف حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر لاگو نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوتا بھارت کیساتھ تعلقات استوار نہ کئے جائیں۔ اجلاس میں اس پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ قادیانی پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کرنے کی سازشوں میں ملوث ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ۷۳ء کے متفقہ دستور کو ختم کرکے اس کی جگہ سیکولر آئین لایا جائے۔ حالانکہ ۷۳ء کے دستور پر عمل درآمد کرکے ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کیا جاسکتا ہے۔ قادیانی چاہتے ہیں کہ ۷۳ء کا آئین منسوخ ہوجائے، تاکہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی شق بھی ختم ہوجائے۔ ۷۳ء کا آئین ایک لحاظ سے اسلامی آئین ہے۔ جس میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اسلامی نظریاتی کونسل بھی بنائی گئی ہے۔ اس آئین کو چاروں صوبوں کے نمائندوں کے اتفاق رائے سے بنایا تھا۔ قادیانی دستوری بحران پیدا کرکے دستور کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دینی جماعتوں کو اس سازش کا علم ہے اور وہ اس کا مقابلہ کریگی۔

ملی یکجہتی کونسل کے جنرل کونسل کی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کونسل کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ بدقسمتی سے جب الیکشن آیا تو ہم اکھٹے نہ چل سکے۔ لوگوں کا اندازہ یہ تھا کہ شاید کونسل کا ہدف سیاسی طور پر بھی ایک ہوگا۔ میرا بھی خیال تھا کہ خدا کرے کہ ہم اس پلیٹ فارم پر اکھٹے کوئی لائحہ عمل طے کرسکیں۔ کیونکہ ہم اس کو دینی اور سیاسی پلیٹ فارم سمجھتے ہیں اس کا بنیادی ہدف تو فرقہ واریت کا انسداد تھا۔ لیکن جب ہم پوری دنیا میں ملت مسلمہ کو درپیش مسائل کونسل میں زیر بحث لاتے ہیں تو پاکستان کے حالات سے بھی ہم صرف نظر نہیں کرسکتے۔ بہرحال مشورے تو ہم کرتے رہے لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔ انتخابی طوفان میں الگ الگ راستے اختیار کیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتخابی نحوست پورے ملک کیلئے نحوست تھی اور ہمارے ملی یکجہتی کونسل کیلئے بھی نحوست ثابت ہوئی، ہم اس بارے میں جمع ہوتے تھے، لیکن ہر ایک جماعت دائیں بائیں مشرق ومغرب جنوب شمال کی طرف الگ الگ جارہی

تھی۔ اور کوئی کسی سے مشورہ نہیں کر رہا تھا تو نتیجہ

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

اس سے زیادہ نقصان ہمیں اپنوں نے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی ہم نے مخلصانہ کوششیں کیں اور ضابطہ اخلاق طے کیا، مصالحتی کمیشن بنی۔ لیکن کونسل کے کچھ انتہا پسند قوتوں اور کچھ درپردہ عناصر نے اس ساری محنت کو سبوتاژ کرنا چاہا۔ جن کیلئے یہ امن اور یک جہتی راست نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے جذباتی لوگوں میں جاتے تھے۔ تو ان کے شور وغوغا اور جذباتی نعروں میں آجاتے تھے۔ آج کل لیڈر لیڈر نہ رہا بلکہ اپنے کارکنوں کے پیچھے لگ گئے۔ پھر یہ جماعتیں بدنام اور مطعون بھی ہمیں ہی کرتی رہیں کہ یہ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ بھائی ہم تو سب کچھ محنتیں ان لوگوں کیلئے کر رہے تھے کہ خون خرابہ نہ ہو اور دونوں طرف سے انتہا پسند طاقتوں کو روکا جاسکے۔ پھر کونسل کے لیڈر اور اکابرین اکثر باہر کے دوروں پر رہتے ہیں، پھر یہ کچھ بنیادی باتیں تھیں اور مجھے تردد رہا کہ جب دونوں جانب کے انتہاپسند فریق ہمارے ساتھ نہیں بیٹھتے اور ہمارے بیٹھنے کے باوجود خون خرابہ ہوتا رہے۔ اور قتل وقتال ہوتی رہے تو پھر ہمارا مقصد اس یکجہتی کونسل کا کیا رہ گیا۔ یہ تو لوگوں میں مذاق بن جائے گا۔ کچھ ہماری سیاسی جماعتوں نے بھی اپنی سیاسی وابستگیوں کے وجہ سے ہمارا ساتھ نہ دیا۔ جو اپنے آپ کو اتحاد بین المسلمین کا داعی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے نزاکت محسوس نہ کی اور سیاست کی بھینٹ چڑھ گئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں نے پوری ملت کے ساتھ ظلم کیا۔ بے شک ہمارے سیاسی راستے الگ ہیں۔ ہزاروں اختلافات ہیں لیکن کم ازکم اللہ کی نعمت جو اس کونسل کی شکل میں ہمیں ملی تھی اس کا تیاپانچہ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن مسؤلیت خداوندی ثانوی چیز رہ گئی ہے۔ ہر شخص تعصب اور ترجیحات کے خول میں ہے۔ ہم نے اسی سے نکلنے کیلئے یہ ساری محنتیں کی تھیں۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو حالات پیش آئے ہیں بہت المناک ہیں۔ دہشت گردی کے بھینٹ بہت سے لوگ چڑھ گئے ہیں۔ ملکی اور بین الاقوامی حالات بھی جس طرح کہ نورانی صاحب نے فرمایا بہت افسوسناک ہیں کہ یہاں تک کہ باہر کے ملکوں کے لوگوں کو بھی تحفظ نہیں۔ اس کے بعد دونوں جانب سے کافی لوگ مارے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلک سے وابستگی کی بناء پر میرا بھی ایک مسلک ہے، جس کو دیوبندی مسلک کہا جاتا ہے اور بہت زیادہ فسادات کی زد میں۔ اس مسلک کو لایا جارہا ہے اور اب کونسے درپردہ عناصر اور عوامل ہیں اللہ جانتا ہے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں کتنا بڑا حادثہ پیش آیا ہے۔ ابھی تک کوئی پتہ نہیں ہے کہ مولانا حبیب اللہ مختار جیسے صلح کن انسان جو فرقہ واریت سے

کوسوں دور تھا ۔ اس کا یہ ذہن ہی نہیں تھا ۔ بڑے محقق اور محدث اور بہت بڑے مدرسہ کے مہتمم تھے اور وفاق میں شامل چارہزار مدارس کے ناظم اعلیٰ تھے ۔ یہ بہت بڑا ایک صدمہ تھا جس سے ہم دوچار ہوگئے ۔ مگر آج تک نہ حکومت کچھ کرسکتی ہے نہ ہم مل بیٹھ کر ان عوامل کو بے نقاب کرسکتے ہیں ۔

حاصل پور میں میری جماعت کا ڈپٹی جنرل سیکرٹری ندیم اقبال اعوان ایڈوکیٹ شہید کردیئے گئے جو ہمارے ساتھ کونسل میں پہلے ہی دن سے تاسیسی رکن تھے اور جدوجہد میں شریک تھا ۔ ہمارے کونسل کے جناب لیاقت بلوچ کے ساتھ مصالحتی کمیشنوں میں بھی ہروقت بیٹھتے تھے ۔ میں حاصلپور گیا تو وہاں لوگ رونے لگ گئے کہ یہاں شیعہ سنی جگڑا اسی نے ختم کرایا ۔ محرم کے جلوس کے حفاظت کیلئے وہ خود آگے جاتا تھا ۔ اور رات کو کسی اہل تشیع کے گھر اگر خطرہ ہوتا تھا تو وہ وہاں پہرہ دے دیتا ۔ کونسل کا بھرپور کام اس علاقے میں کیا لیکن ایسے عناصر کو بھی چن چن کر وہ ختم کردیا گیا ۔ خیرالمدارس ملتان کا کتنا دردناک واقعہ آیا چار معصوم طالب علم قتل کردیئے گئے ۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ شیعہ سنی کے آگ لگانے میں کچھ لوگ مایوس ہوگئے ہیں بے شمار لوگ قتل ہوئے لیکن شعیہ سنی فسادات ملک میں نہیں پھیلے ۔ لوگوں نے عوام نے اسے اپنا مسئلہ نہیں سمجھا تو وہ آگ جب نہ بھڑک سکی اور اس میں وہ کامیاب نہ ہوئے تو اب مجھے بہت زیادہ خطرہ یہ محسوس ہورہا ہے کہ خدانخواستہ کہ اگر ہم ملی یک جہتی کونسل کو نظرانداز کردیں ، اس کو چھوڑ دیں تو کوئی آگ لگانے والا ہمارے سنیوں کے صف میں کوئی ایسی آگ بھڑکا دے گا کہ جس سے پورے ملک میں ہم سب کو بھسم کررہ جائیں ۔ اس کا رخ اس انداز میں جارہاہے کہ گویا یہ بریلوی اور دیوبندی بھی اب شروع ہوگئے حالانکہ بریلویوں اور دیوبندیوں کا کوئی ذہن ہی ایسا نہیں ہوگا ۔ لیکن جب ایک مکتب فکر کو چن چن کر ٹارگٹ بنایا جائیگا پھر بھڑکایا جائے گا کہ یہ تو فلاں کررہے ہیں تو پھر دوسری طرف بھی آگ بھڑک سکتی ہے ۔ چنانچہ ملتان میں ایسی فضاء بدقسمتی سے پیدا کردی گئی ۔ لاہور میں کونسل کے صوبائی اجلاس میں بھی دونوں جانب کے تقاریر سے ایسا تاثر ابھر رہا تھا ۔ کہ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا دیا جارہے ۔ خدانخواستہ اگر یہ آگ بھڑکا دی گئی تو پورا ملک ہی تباہ کردے گا ۔ میں نے لاہور میں عرض کیا تھا کہ اسی طبقاتی آگ کو بھڑکنے کیلئے مؤثر اقدامات کیے جائیں ۔ یہاں عالمی مسائل پر بھی بحث بہت ضروری ہے ۔ لیکن ہمارے اس محفل میں بنیادی ہدف یہ ہوکہ یہ شیرازہ جو بکھرتا جارہا ہے اس کو کیسے سمیٹا جائے ۔ اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کون ظالم

ہمیں مار رہا ہے ۔ آج تک ملزم کیوں دنیا کے سامنے نہیں لائے جاتے ہیں ۔ کراچی کے حادثہ میں کسی کو گرفتار ہی نہیں کیا گیا ۔ حاصلپور میں ندیم اقبال اعوان شہید کے قاتل رنگے ہاتھوں گرفتار کئے گئے ، پکڑے گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ٹھوکر نیاز بیگ سے آئے ہیں پس منظر مجھے معلوم ہے کہ ان کو بلایا گیا تھا ۔ اسی طرح قاتل پکڑے جاتے ہیں مگر مقدمہ ختم ہوجاتا ہے ۔ حکومت کا کوئی ایسا سسٹم ہی نہیں ہے کہ مجرم کو کیفرکردار تک پہنچا سکے اور سزا دے سکے ۔ دہشت گردی کی عدالتیں اسی مسئلہ کے آڑ میں بنائی گئی اور لوگوں نے شور بھی مچایا کہ یہ بنیادی حقوق سے ظلم ہے اور شاید عدالتوں میں بحران بھی اسی وجہ سے آیا ۔ لیکن آج تک کسی عدالت نے کسی بھی دہشت گرد کو سزا نہیں دی ۔ عام اور پرانے مقدمات کو اس میں لے آتے ہیں کوئی دہشت گردی کا کیس اس کے سامنے آجاتا ٹرائیل ہوتا ٹی وی پر سب کو دکھاتے اور سزا ملتی تو پھر مسئلہ حل ہوجاتا ۔ ہمیں ان باتوں پر غور کرنا ہے ۔ کہ اس شیرازے کو ہم کیسے مجتمع کرسکتے ہیں ۔ فرقہ واریت کا انسداد ہم کیسے کرسکتے ہیں ۔ الزام دھڑا دھڑ ہم پر لگ رہا ہے ۔ یعنی مذہبی طبقوں پر اور ان کو بدنام کیا جارہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ مستقبل تو مجھے بہت تاریک نظر آرہا ہے کہ حکمران بہت زعم میں ہیں ۔ تکبر میں ہیں ۔ انہوں نے عدلیہ کو بھی کرش کرکے تباہ کر رکھ دیا ہے ۔ اب اس کا اعتماد کبھی بحال نہیں ہوسکے گا ۔ ایوان صدر اور ایوان وزیراعظم مقننہ اور عدلیہ چاروں لڑ پڑے ۔ اب جب یہ ادارے آپس میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور خانہ جنگی کی صورت آپس میں پیدا ہوئی تو اعتماد اب کس پر رہے گا ۔ اب قوم کو کسی عدلیہ پر اعتماد کیسے بحال ہوگا ۔ اور نہ عدلیہ والے کوئی فیصلہ حق پر کرسکیں گے ۔ میرے خیال میں اب کوئی چیف جسٹس وزیراعظم کے خلاف کسی مقدمے کا نام بھی نہیں لے سکے گا اور کہے گا کہ میں کیوں اپنی چھٹی کراؤں تو بڑا دھچکا لگا ہے اداروں کو ۔ قوم انتہائی پریشانی میں ہے ۔ اور میری اپنی رائے ہے کہ یہ سارے ماورائے عدالت اور ماورائے آئین باتیں ہوئی ہیں ۔ اور آئین کو تھس نہس کرکے رکھ دیا گیا ہے ۔ ایک شخص کو جبری مینڈیٹ دلوایا گیا ہے ۔ اور پہلے دن سے ان کا ٹارگٹ امریکی ایجنڈا ہے ۔ ان لوگوں کو امریکی ایجنڈا جاری رکھنے کیلئے لایا گیا ۔ تو ہر طرف سے فارغ ہونے کے بعد ان کا ٹارگٹ آپ ہیں ۔ اصل اور بڑا امریکی ایجنڈا جو ہے وہ دینی جماعتوں کو کرش کرنا ہے ، دہشت گردی قرار دینا ہے ۔ مگر آپ کی قوت بالکل بکھری ہوئی ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ اب اس میں دم خم نہیں ہے ۔ بڑے بڑے ادارے میں نے تباہ کیے تو یہ ادارہ جو دین کا ادارہ ہے اس کی کیا حیثیت ہے ۔ آج بھی ایک بیان آیا ہے کہ ہم بندرگاہوں اور ائیرپورٹوں کو بھی کھلی بولی میں نیلام کرنے کیلئے تیار ہیں تو اگر اس امریکی

لڑجنڈے پرہ کام شروع ہوجائے تو ہم اس کا دفاع کیسے کرینگے ۔ کیسے لڑینگے ۔ تو ہمیں ان سارے روٹھے ہوئے لوگوں کے پاس جانا چاہئے اور ان کو منانا چاہیے ۔ کہ بھائی تمہارا تحفظ کوئی نہیں کرے گا ۔ اور نہ یہ فرق کرے گا ۔ امریکہ کہ یہ بریلوی ہے اور یہ دیوبندی ہے ۔ تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی نازک اور حساس وقت ہے ۔ ان کے سامنے صرف یہی ٹارگٹ ہے ۔ یہ بھی عرض کرونگا کہ جس طرح ایران ہمارے لیے قابل احترام ہے اس طرح سوڈان ، الجزائر ، لیبیا ، عراق یہ سارے ممالک مسائل میں مبتلا ہیں ۔ اس طرح افغانستان بھی ہماری توجہ اور ہمدردی کا مستحق ہے ۔ وہاں لوگ امن کیلئے نکلے ہیں کیونکہ لیڈروں سے نہیں ہوسکا تھا تو بچے نکلے کہ ہم اپنے ملک کو بچائیں ۔ اس میں کوئی غیر ملکی نہیں تھا ۔ اور نہ کوئی لمبا چوڑا پروگرام اور منصوبہ تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے نجات دلانے کیلئے ان طلبہ کی نصرت فرمائی ۔ تو آج جو ظلم وہاں ہورہا ہے مزار شریف میں مصالحت کی آڑ میں دروازہ کھولکر بچوں کو بلایا گیا اور اسی وقت غداری کرکے ان کو گرفتار کیا گیا ۔ قتل عام کیا گیا ۔ طالبان جو آپ کے بچے ہیں جو دین کے سپاہی ہیں ابھی چار ہزار طالب علموں کی اجتماعی قبریں نکلی ہیں جنرل مالک اور احمد شاہ مسعود اور کمیونسٹوں نے ان کو کنوؤں اور کھائیوں میں ڈالا ہے ۔ جب ہم اور سارے لوگوں کی بات کرینگے تو ہمیں اس کے بارے میں بھی امریکہ سے مطالبہ کرنا چاہئیے ۔ میرے پاس امریکہ کے سفارتکار آتے رہتے ہیں ۔ پرسوں بھی کچھ لوگ آئے تھے ۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں محاصرہ ہوا ہے ۔ تو میں نے کہا کہ خدا کے ظالمو عراق کو تو ۶ سال سے مروا رہے ہو ۔ بچے تڑپ تڑپ کر دوائی کیلئے ، کھانے کیلئے مر رہے ہیں اس محاصرہ کا تو نام نہیں لیتے ہو اور طالبان کا ایک لیڈر ہمارے ہاں آیا تھا وہ رو رہا تھا کہ چار ہزار طلبہ کے اجتماعی قبر نکلے میں مگر امریکہ خاموش ہے اور نہ اقوام متحدہ کو کوئی احساس ہے نہ وہ اس پر چیختا چلاتا ہے اور نہ نہیں بنیادی حقوق یاد آتے ہیں ۔ اور ایسا ایسا ظلم ہورہا ہے کہ ایک طالب علم کو پکڑ لیا اور قینچیوں اور بجلی کے شاٹوں سے اس کے جسم کو نوچ رہے تھے اور پھر زبان کی باری آئی تو وہ چیختا رہا روتا رہا کہ دیکھو صرف میری زبان چھوڑ دو ۔ کیونکہ میں قرآن کا حافظ ہوں کہ موت تک کم ازکم قرآن کریم کا تلاوت کرتا رہوں ۔ تو انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے اس کی زبان نوچ ڈالو ۔ پورے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے یہ مشاہدات اور متواترات ہیں ۔ ایک بڑا ظلم عظیم ایک علاقہ میں کمیونسٹ کررہے ہیں ۔ تو یہاں بھی اپیل کی جائے کہ ساری عالمی اور اسلامی قوتیں وہاں امن کا حق ادا کریں ۔ اور ان مظالم پر آواز اٹھائیں ۔ میں ایران سے بھی بڑی ادب سے درخواست کروں گا کہ آپ بھی مثبت رول ادا کریں ۔ میں نے ان سے کہا بھی تھا گذشتہ دنوں ایران کے نائب وزیر خارجہ بروجردی

سے میری ملاقات ہوئی تھی تو میں نے ان کو بھی کہا کہ میرا اخلاص سے آپ کے لیے مشورہ یہ ہے کہ خدا کیلئے آپ اور افغانستان بھائی بھائی بنیں، طالبان کی مخالفت نہ کریں۔ آپ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ایسی بڑی طاقتیں بن سکتی ہیں کہ آپ مل کر امریکہ کو جہنم رسید کرسکتے ہیں۔ جب آپ کا اور ہمارا ہدف ایک ہے اور امریکہ کی دشمنی میں اگر واقعی کوئی لچک نہیں تو اگر ہم اپنے طور پر اور علامہ ساجد نقوی جیسے حضرات بھی جو یہاں موجود ہیں کوشش کریں کہ وہاں یہ خون کب تک بہتا رہے گا۔ ایران کی بلاوجہ طالبان کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں کیونکہ دونوں آزاد ملک ہیں۔ جنگ وہاں بھی لڑی گئی، سب لوگوں نے ساتھ دیا تھا۔ اب اگر طالبان آگے بڑھتے ہیں اور امن قائم کرتے ہیں اور شریعت کی بات کرتے ہیں تو کسی کو کیا تکلیف ہے۔ تو جب یہ سب مل کر امریکہ کی دشمنی میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینگے تو انشاء اللہ اس کے پورے دنیا پر بڑے اچھے اثرات پہنچیں گے۔

بروجردی نے بھی میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا کہ ہمارے درمیان واقعی کوئی بڑا جھگڑا نہیں ہے۔ دونوں ممالک سے قریبی تعلق رکھنے والے حضرات اگر موثر قدم اٹھائیں اس معاملہ میں تو یہ آگ ختم ہوجائی گی۔ میں آخر میں دوبارہ یہ گذارش کرونگا کہ اگر اس کونسل کو دوبارہ فعال اور مستحکم بنانا ہے، اس کو صوبوں تک لے جانا ہے تو ہمیں فعال اور منظم ہونا پڑے گا۔ اور جب ہم منظم ہوں تو یہ ایک ایک اور دو دو افراد جوٹانگے کی سواریاں ہیں یہ خود ہمارے پیچھے آئیں گے۔ اور ساتھ چلیں گے۔ (واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

****

نوٹ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دورہ پاکستان کی مفصل روداد اور رابطہ ادب اسلامی عالمی کی مکمل رپورٹ اور تفصیل بعنوان " حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز " مدیر "الحق" کے قلم سے جنوری کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ (بنگلور)

بدعت اور شرک میں ایک قدم کا فاصلہ

قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایک جائزہ

بدعت کیا ہے؟ تو اس کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ شرعی امور میں ایسی کوئی چیز ایجاد کی جائے جو پہلے سے موجود نہ ہو اور اسے دین کا جزء سمجھا جائے اور اس کی ادائیگی پر اصرار کیا جائے۔ مگر میرے نزدیک بدعت سنت کی ضد اور خدا کی نافرمانی کا نام ہے، جو "حدودالٰہی" کو توڑنے کا باعث ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بدعت شریعہ کا حلیہ بگاڑنے اور دین الٰہی کو مسخ کرنے والی چیز ہے، اور بدعت کے ڈانڈے بسا اوقات "شرک" سے مل جاتے ہیں اور وہ "شرک فی الحکم" کے درجے میں آجاتی ہے، جسے اسلام نے ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے اور خبردار کیا ہے کہ شرک کا ارتکاب کرنے والے کے سارے اعمال اکارت ہوجائیں گے اور وہ ابدی سزا کا مستحق بن جائے گا، کیونکہ دین الٰہی میں سنت طریقوں کے خلاف نئی نئی چیزوں کو داخل کرکے اس کا حلیہ بگاڑنا درحقیقت خدا کی خدائی کو چیلنج کرنے کے برابر ہے اور یہ تمام باتیں قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور احادیث میں بدعت کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اسے ایک سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو اپنی آخرت کی خیر منانے کے لیے کہا گیا ہے۔

علم دین کی تجارت:- مگر بعض لوگ اپنے انجام سے بے خبر ہوکر محض اپنے دینوی مفاد کے لئے دین میں نئی نئی چیزیں (بدعتیں) مختلف حلیوں بہانوں سے داخل کرکے انہیں دین کا جز بنادیتے ہیں اور جب یہ بدعتیں معاشرہ میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو وہ عوام کے لیے "سنت" کا درجہ اختیار کرلیتی ہیں، جن کا ترک کرنا ان کے لیے دشوار ہوجاتا ہے۔ لہذا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور اسے ترک کرنا ضروری ہے تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اسے ترک کرنے سے ہمارے باپ دادا کی کوئی "سنت" ضائع ہوجائے گی۔ [اس] طرح عوام کے لیے بدعت سنت اور سنت بدعت کا روپ دھار لیتی ہے اور بدعتوں کو [رواج] دینے والے بغیر کسی معقول دلیل کے

نہایت درجہ اوچھے طریقے سے عوام کی پیٹھ تھپکتے رہتے ہیں اور اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

چنانچہ آج اس میدان میں "علمائے سوء" نے عوام پر اپنا گھیرا تنگ کر رکھا ہے اور وہ محض دینوی اعراض کی خاطر عوام کے ایمان سے کھیل رہے ہیں اور انہیں ابدی طور پر جہنمی بنادینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ "فتنوں" کے دور میں علمائے شعرء اور گمراہ اماموں کا ظہور ہوگا، جو دین کے لئے ایک آفت ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے:

"میری امت کے لئے دجال سے زیادہ خوفناک لوگ گمراہ امام ہوں گے"

(مسند احمد، بحوالہ کنز العمال: ۱۰/ ۱۹۸)

ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علمائے سوء کے لیے خرابی ہے جو علم دین کو تجارت بنائیں گے۔ (کنز العمال: ۱۰/ ۲۰۵)

غلط قیاس کی خرابیاں:- اور ایسے لوگ غلط قیاس سے کام لے کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں جس طرح کہ ابلیس لعین نے غلط قیاس سے کام لے کر اللہ کی نافرمانی کی تھی۔ چنانچہ اس کا قیاس یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے، لہذا میں آدمؑ کو سجدہ کیوں کروں؟ حالانکہ حکم الہی کے مقابلے میں قیاس یا استدلال باطل ہے۔ اسی لیے امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ "سب سے پہلا فرد جس نے (غلط) قیاس سے کام لیا وہ ابلیس تھا اور آفتاب وماہتاب کی پرستش بھی (غلط) قیاس ہی کی رو سے کی گئی ہے"۔ (سنن دارمی: ۱/ ۶۵)

چنانچہ آج کل کے علمائے سوء" بھی لوگوں کو قیاس ہی کی رو سے بہکاتے اور انہیں مغالطے دیتے ہیں اور بدعتوں کے جواز میں ان لوگوں کا استدلال اس طرح ہوتا ہے کہ جب دین میں نئی باتیں ناجائز ہیں تو پھر نئی نئی ایجادات کا استعمال بھی ناجائز ہونا چاہئے، یعنی وہ چیزیں جو تمدن جدید نے پیدا کی ہیں، جیسے موٹر، ہوائی جہاز، کار، ریل، ٹیلیفون، ریڈیو اور بجلی کی اشیاء وغیرہ وغیرہ تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جو غلط قیاس پر مبنی ہے۔ شرعی امور کو تمدنی معاملات پر قیاس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہر شخص آزاد ہے کہ وہ محض اپنی "صوابدید" کے مطابق جس کام کو بھی اچھا سمجھتا ہو اسے دین میں داخل کرکے اسے دین کا ایک لازمی حصہ بنادے اور لوگوں سے یہ کہے کہ اگر میری بات غلط ہے تو پھر تم کو موٹر یا کار میں بیٹھنے اور ہوائی جہاز میں سفر کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان چیزوں کا وجود دور رسالت میں نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ

یہ ایک الٹی منطق ہے، جسے کوئی بھی سنجیدہ شخص قبول نہیں کرسکتا۔ اور اس قسم کا جادو صرف عوام پر ہی چل سکتا ہے۔

شریعت اور تمدن کی راہیں الگ الگ :- یہ مغالطہ اس لیے پیش آیا کیونکہ شریعت اور تمدن کو ایک درجے کی چیز سمجھ لیا گیا۔ جب کہ یہ دونوں نہ صرف الگ الگ ہیں بلکہ ان کی نوعیت بھی بالکل جدا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارض میں دو قسم کے علوم جاری کئے ہیں: ایک علم شریعت اور دوسرے علم تکوین، یعنی علم فطرت۔ اول کا تعلق دین سے اور دوسرے کا تعلق دنیا سے ہے۔ اور اسے "معاد" اور "معاش" بھی کہا جاسکتا ہے۔ دین کے معاملے میں بندہ پابند ہے مگر وہ دنیوی یا معاشی میدان میں چند حدود وقیود کے ساتھ آزاد ہے۔ چنانچہ علم اول کے بارے میں اہل اسلام کو حکم دیا کہ وہ رسولؐ کی پیروی کریں، مگر علم ثانی کے بارے میں چند ہدایات کے ساتھ انہیں آزاد چھوڑدیا اور فرمایا کہ وہ نظام کائنات میں آزادانہ طور پر غور خوض کرکے دینوی اشیاء سے استفادہ کریں اور خدائے مہربان کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن مجید میں ان دونوں باتوں کو پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہے۔ چنانچہ متعدد مقامات پر صراحت موجود ہے کہ: "اسی نے زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ تمھارے لئے پیدا کیا ہے"۔ (بقرہ: ۲۹)

نیز ارشاد باری ہے: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین اور اجرام سماوی کی تمام چیزیں تمھارے کام میں لگا رکھی ہیں اور تم اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردی ہیں؟" (لقمان: ۲۰)

اس اعتبار سے تمدن جدید کے تحت جو نئی نئی ایجادات منظرعام پر آرہی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن سے استفادہ بالکل جائز ہے، کیونکہ یہ کائنات اور اسمیں موجود تمام فوائد اللہ نے انسان ہی کے لئے پیدا کی ہیں، اور انسان ان اشیاء میں غوروخوض کرکے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھوج نکالتا ہے اور اپنے تمدن کو بہتر سے بہتر بناتا ہے۔ اور شرعی اعتبار سے اس میں کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ شرعاً یہ راستہ انسان کے لئے پوری طرح کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: "تم اپنے دنیوی معاملہ کو خود بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۳۶)

قیاس فاسد کی فتنہ انگیزی :- اس لحاظ سے شریعت اور تمدن یا دین اور دنیا دو الگ چیزیں ہیں، جن میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ لہذا ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ غلط قیاس کا سہارا لے کر ایک کا حلیہ بگاڑا جاسکتا ہے۔ اسی لئے امام شعبیؒ سے مروی

ہے کہ : " واللہ اگر تم قیاس (فاسد) سے کام لوگے تو پھر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھوگے " ۔ (سنن داری : ۱/ ۶۵) ۔ واضح رہے کہ دین میں " قیاس صحیح " کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور نئے نئے مسائل میں اجتہاد کا دارومدار قیاس صحیح پر ہی موقوف ہے ، اور شریعت میں اس کے اصول وضوابط مقرر ہیں ، جن کو ملحوظ رکھنا اجتہاد کے لیے بہت ضروری ہے ۔ مگر گمراہ لوگ حق اور باطل کو گڈمڈ کرنے کی غرض سے " قیاس " کے نام پر قیاس فاسد سے کام لیتے ہیں ، جو دین میں بہت مذموم ہے ۔ شرعی مسائل میں قیاس کے لئے " شرعی دلیل " کی ضرورت پڑتی ہے ، بخلاف تکوینی یا تمدنی مسائل کے ۔

حکم صرف اللہ کا :- غرض شریعت اور تمدن میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور ان دونوں کو ایک سطح پر رکھ کر مغالطوں یا جھانسوں سے کام لینا دین میں نہایت درجہ مذموم حرکت ہے ۔ شرعی امور ومسائل میں ایک مسلمان کسی بھی طرح آزاد یا بے مہار نہیں ہوسکتا ۔ بلکہ وہ حکم الٰہی کا ہر حال میں پابند رہے گا ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے : " آگاہ رہو کہ پیدا کرنا اور حکم چلانا صرف اللہ ہی کے لیے سزا وار ہے ۔ وہ بڑا ہی بابرکت ہے جو سارے جہاں کا رب ہے ۔" (اعراف : ۵۴)

ایک دوسری جگہ مذکور ہے : " حکم صرف اللہ ہی کا ہے ۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم اسی کی بندگی کرو ۔ یہی سیدھا طریقہ ہے ۔ (یوسف : ۴۰)

شریعت میں ارتقا نہیں ہے :- اس لحاظ شرعی امور اور معاملات زندگی میں ہر مسلمان ہمیشہ اور ہر حال میں خدائی ضابطہ کا پابند ہے ، جس سے وہ سرتابی نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ " مسلم " کے معنی ہی فرمانبردار کے ہیں ۔ لہذا اگر کوئی مسلمان خدائی ضابطہ سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرے تو وہ مسلم نہیں رہے گا ۔

شریعت اور تمدن میں ایک اور بڑا فرق یہ بھی ہے کہ تمدن ایک ارتقا پذیر چیز ہے ۔ جب کہ اس کی برعکس شریعت اور اس کے احکام میں " ارتقا " کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ کیونکہ تمدنی مسائل میں انسان کو چھوٹ دے گئی ہے کہ وہ اپنا نظام تمدن جس طرح مناسب سمجھے چند حدود کے اندر رہ کر چلاتا رہے ، مگر اس کے برعکس شرعی امور میں " جمود " ہے ، کیونکہ خدائی احکام " ناقابل تغیر " ہوتے ہیں ۔ جن پر ہر حال میں قائم رہنا ضروری ہے ۔ " قانون الٰہی " میں تبدیلی یا ترمیم واضافہ کا اختیار تو خود اللہ کے رسول ؐ کو بھی نہیں تھا ۔ ـــــ اور شمار کا کیا حساب چنانچہ اس سلسلے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے اس طرح کہلوایا گیا ہے :

"کہدو کہ اس (کلام) کو اپنی طرف سے بدل کر دینا میرا کام نہیں ہے۔ میں تو صرف اس بات کی پیروی کرتا ہوں کہ جو میرے پاس بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہے۔" (یونس: ۱۵)

شریعت اور بدعت کا ایک اصولی فرق:- لہذا اصولی اعتبار سے حقیقت یہ ہے کہ دین و شریعت میں اصل قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور رسول دین الہی کا محض "شارح" ہے "شارع" (قانون ساز) نہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں جو فریضہ سپرد کیا گیا تھا وہ کتاب اللہ کی وضاحت سے تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: "اور ہم نے یہ قرآن تیرے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں کے لیے اس کے مضامین کی وضاحت کردے"۔ (نحل: ۴۴)

اس اعتبار سے سنت نبوی اپنے تمام اقوال وافعال سمیت قرآن کا "وضاحت نامہ" ہے جیسا کہ علمائے محققین کی رائے ہے۔ چنانچہ خود بعض احادیث میں مذکور ہے کہ تم میری سنتوں کی جانچ کیلئے انہیں کتاب الہی سے ملا کر دیکھ لو اور اگر وہ اسکے موافق ہوں تو انہیں قبول کرلو۔

(کنزالعمال: ۱/ ۱۷۹)۔ اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ علماء اور فقہاء قرآن اور حدیث کی روشنی میں جو دینی احکام ومسائل مرتب کرتے ہیں اس کے دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ استنباطی ہے اور دوسرا اجتہادی۔ استنباط کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں جو احکام مذکور ہیں ان کی وضاحت کرنا اور انہیں مرتب کرکے عوام کے سامنے پیش کرنا، اور اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ نئے مسائل کا حل قرآن اور حدیث کی روشنی میں "قیاس" کے ذریعہ معلوم کرنا۔ اور یہ دونوں طریقے دلیل واستدلال کے ذریعہ عمل میں آتے ہیں اور ان کے اصول وضوابط مقرر ہیں، اور یہ ایک مستقل علم ہے جس کو "اصول فقہ" کہا جاتا ہے۔

لہذا جو بات استنباطی اور اجتہادی طریقے سے ثابت ہو وہ "شریعت کی بات" ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ دین میں "بدعت" ہے۔ کیونکہ دین میں ایسی کوئی بھی بات قابل حجت نہیں ہوسکتی جس کے کوئی "اصل" قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو یا وہ اجماع امت کے خلاف ہو۔ اس اعتبار سے ہر "نئی بات" کے لیے دلیل واستدلال کی ضرورت ہے، ورنہ وہ چیز مردود ہوگی اور لعنت کا باعث بھی۔

سنت اور فقہ کی حقیقت:- اس بحث سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ شرعی نقطہ نظر سے اصل قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت الہی کے شارح

ہیں ۔ اور فقہائے کرام کتاب وسنت کی تشریح کرنے والے ، نہ کہ قانون ساز ۔چنانچہ اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ : " امت جو کچھ بھی کہتی ہے وہ سنت کی شرح ہے اور پوری سنت قرآن کی شرح ہے " ۔ (الاتقان : ۲/ ۱۶۰) ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت قرآن کے اجمالی بیانات کی شرح کرتی ہے اور فقہ سنت کے ابہامات کو دور کرتی اور مختلف احادیث میں تطبیق دیتی ہے ۔ اور یہ سب دلیل واستدلال کے ذریعے عمل میں آتا ہے ۔ چنانچہ دین الٰہی کی بنیاد دلیل واستدلال پر ہی ہے ۔ الل ٹپ یا خود سری پر نہیں ۔

خدا کی خدائی کو ایک چیلنج :- غرض جو لوگ بغیر کسی دلیل کے دین میں کوئی نئی چیز من مانی طور پر داخل کرنا چاہتے ہیں تو وہ دین الٰہی میں بطور " قانون ساز" خود بھی شامل ہونا چاہتے ہیں ، اور خدائی قانون سے اس قسم کا " انحراف" جب حد سے زیادہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ " شرک" کی حد میں داخل ہوجاتا ہے ، جو ایک سنگین جرم ہونے کی بنا پر خدا کی خدائی کو چیلنج کرنے کے برابر ہے ۔ بدعت ایک " بے اصل" اور " بے دلیل " چیز ہے جو شریعت کے مقررہ حدود سے قدم باہر نکالنے کا نام ہے ۔ اور اس کا دوسرا قدم شرک کی طرف لے جاتا ہے جو ایک ناقابل معافی جرم ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

" اللہ یقیناً اس کا شریک کئے جانے پر (کسی کو) معاف نہیں کرے گا ۔ اور شرک کے سوا دوسرے گناہوں کو جسے چاہے معاف دے گا ۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا" ۔ (نسا : ۴۸)

شرک کی متعدد قسمیں :- اس موقع پر یہ حقیقت خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیے کہ شرک کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ غیراللہ کی عبادت کی جائے یا دیوی دیوتاؤں کے سامنے سر جھکایا جائے ، بلکہ شرک کی کئی قسمیں ہیں ۔ غیراللہ کی عبادت کرنا تو شرک کی سب سے زیادہ سخت قسم ہے ۔ مشرکین عرب بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے قائل تھے ۔ یعنی اسے اس کائنات کا خالق اور مدبر مانتے تھے ۔ مگر وہ عبادت میں دوسرے معبودان باطل کو بھی شریک ٹھہراتے تھے ۔ اسی طرح اپنی ضروریات میں غیراللہ سے بطور عقیدہ استعانت طلب کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے ۔ نیز شرک کی ایک اہم قسم یہ بھی ہے کہ علماء اور مشائخ کی مطلقاً پیروی کی جائے اور وہ جس چیز کو حلال قرار دے دیں اسے حلال اور جس چیز کو حرام قرار دے دیں اسے حرام مان لیا جائے ۔ اگرچہ خدا کے احکام اس کے خلاف ہوں ۔ اس جرم کا ارتکاب یہود ونصاریٰ نے کیا تھا ۔ (ماخوذ از حجۃ اللہ البالغۃ (۱/ ۶۳) ۔

علماء کو خدا کا درجہ دینے کی بیماری :- یہود ونصاریٰ کے اس جرم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں اس فعل کو خدا کی خدائی میں شریک یعنی " ساجھے داری " کا نام دیا گیا ہے ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔ " انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا خدا بنالیا تھا " ۔ (توبہ: ۳۱)

چنانچہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ اس آیت پر عدی بن حاتمؓ نے (جو اس وقت عیسائی تھے) اعتراض کیا تھا کہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو معبود تو نہیں قرار دیا تھا ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں ضرور بنایا تھا ۔ کیونکہ انہوں نے اپنے عوام کے لیے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام بنادیا تھا ، اور اس باب میں عوام نے اپنے عالموں کی پیروی کی ۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر: ۲ / ۳۴۸)

امام رازیؒ نے اس آیت کریمہ پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا معبود بنا لیا تھا ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اوامرونواہی میں ان کی اطاعت کی تھی ۔ وہ جو کچھ کہتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے ۔ (تفسیر کبیر: ۱۶ / ۲۸) ۔ غرض قرآن اور حدیث کی رو سے کسی کی مطابق پیروی کرنا بھی خدا کی خدائی میں کسی دوسرے کو شریک یعنی حصہ دار ٹھہرانا ہے ۔

ایک عبرتناک حقیقت :- نیز امام رازیؒ نے اس موقع پر اہل کتاب کی گمراہی کی نوعیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل کتاب کو اپنی کتابوں میں مذکور احکام اپنے علماء ومشائخ کے اقوال کے خلاف بھی ملتے تھے ، مگر وہ کتاب الٰہی کے مقابلے میں اپنے علماء کے اقوال ہی قبول کرتے تھے ۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اس سلسلے میں خود اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا جو فقہاء کے مقلد تھے اور ان کے سامنے میں نے بعض مسائل میں کتاب اللہ کی بہت سی آیتیں پڑھ کر سنائیں ، جو ان کے مسلک کے خلاف تھیں ۔ مگر انہوں نے (اپنے فقہاء کے مقابلے میں) ان آیات کو قبول نہیں کیا اور ان کی طرف مطلق توجہ نہیں کی ۔ بلکہ وہ تعجب کے ساتھ میری طرف دیکھنے لگے ۔ یعنی ان ظاہری آیات پر عمل کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ ہمارے سلف کی روایات ان کے خلاف وارد ہوئی ہیں ۔ پھر تحریر کرتے ہیں کہ اگر تم صحیح معنی میں غور کروگے تو دیکھوگے کہ یہ مرض اکثر اہل دنیا کے رگ وریشے میں سرایت شدہ معلوم ہوتا ہے ۔ (تفسیر کبیر: ۱۶ / ۳۹) ۔ اس اعتبار سے یہ ایک عالمگیر وبانظر آتی ہے جو آج خود اہل اسلام میں بھی بخوبی پائی جارہی ہے ۔ چنانچہ آج انسان ایک دوسرے کا " بندہ " بنا ہوا

دکھائی دیتا ہے۔ " خدایان امر" ہر ملت اور ہر طبقے میں عوام پر چھائے ہوئے ہیں اور اپنی من مانی کررہے ہیں۔ دین واخلاق کے تقاضے پس پشت ڈال دیے گئے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو نوچنے اور بھنجوڑنے میں لگا ہوا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی پیروی:- بعض احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ اگلی قوموں کے طریقوں کی ہوبہو پیروی کروگے۔ یہاں تک کہ اگر وہ لوگ گوہ (ایک جانور) کی بل میں بھی داخل ہوئے ہوں تو تم بھی ضرور داخل ہوجاؤ گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ کیا یہ لوگ یہود ونصاریٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا پھر کون؟ (مسلم: ۴ / ۲۰۰۵)۔ دین الٰہیٰ کو بگاڑنے کے سلسلے میں یہود ونصاریٰ نے جو بھی کار ستانیاں انجام دی تھیں وہ سب آج ملت اسلامیہ میں بھی پائی جارہی ہیں۔ چنانچہ قرآن عظیم میں ایک مقام پر یہود و نصاریٰ کی اس روش اور ان کی کارستانی کی ایک تصویر سورۃ بقرہ میں اس طرح کھینچی گئی ہے کہ یہ لوگ تھوڑے سے دنیوی فائدے کے لیے اللہ کے احکام کو چھپایا کرتے ہیں اور ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور کچھ بھی نہیں بھرتے۔ ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا بلکہ ان کو درد ناک عذاب دے گا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب کا سودا کیا ہے، اور اس اعتبار سے یہ لوگ دوزخ میں جانے کے لئے کس قدر ڈھیٹ ہیں۔ (خلاصہ از سورۃ بقرہ، آیات: ۱۷۴-۱۷۵)

رسول بھی مختار کل نہیں ہوتا:- یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی عبرت وبصیرت کے لئے بیان کی تھیں، تاکہ مسلمان ان سے سبق حاصل کریں۔ مگر آج خود مسلمان بھی ان خدائی اسباق کو فراموش کرکے وہی سب کرنے لگے ہیں جو اہل کتاب کیا کرتے تھے۔

اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹاکر اپنے بندے بنالینے کا اختیار تو کسی عالم یا لیڈر تو کجا خود کسی رسول کو بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ خود بھی حکم الٰہیٰ کا اسی طرح پابند ہوا کرتا ہے جس طرح کہ رسول کا تابعدار یا امتی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اور دو ٹوک انداز میں اعلان فرما دیا ہے: " کسی انسان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے تو وہ لوگوں سے یہ کہنے لگ جائے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ لیکن اسے صرف اتنا ہی کہنے کا اختیار ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ، کیونکہ تم کتاب (الٰہیٰ) کی درس و تدریس کرتے ہو"۔ (آل عمران: ۷۹)

ظاہر ہے کہ جب کسی نبی تک کو کتاب الہیٰ سے ہٹنے اور اپنی مطلق العنانی چلانے کی اجازت نہیں ہے ، بالفاظ دیگر خدا کی خدائی کے مقابلے میں اپنی خدائی منوانے کا اختیار نہیں ہے تو پھر ایسا اختیار ہرایرے غیرے اور نتھو خیرے کو کیسے مل سکتا ہے ؟

رسولوں کی ایک تنبیہ :- واقعہ یہ ہے کہ عوام تو عوام خود رسول تک کو بھی بندگی کے "حدود" سے آزاد ہونے کی مطلق اجازت نہیں ہے ۔ لہذا جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط تصور ہو کہ رسول بھی خدا ہی کی طرح جو چاہے کرسکتا ہے تو انہیں اپنے دل ودماغ سے اس تصور کو نکال دینا چاہئیے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں رسول تک کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس نے خدا کی خدائی میں کسی کو شریک کیا تو اس کے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے ۔ اور یہی حکم بلا استثناء سابقہ تمام انبیائے کرام کو بھی دیا گیا تھا ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے : " آپ کے پاس وحی بھیج دی گئی ہے اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے (پیغمبروں) تک بھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے سارے اعمال برباد ہوجائیں گے اور تم خسارے میں رہ جاؤ گے ۔ " (زمر : ٦٥)

یہ تنبیہ رسولوں کے واسطے سے دراصل امتوں کو ہے کہ رسول جیسے برگزیدہ اور مقدس ہستیوں سے خلاق عالم جب اتنے صاف اور کھرے کھرے انداز میں خطاب کررہا ہے تو پھر علماء اور عوام وغیرہ کس شمار میں آتے ہیں ؟ لہذا ہر ایک کو اپنے حدود میں رہنا چاہئیے ۔

توحید خالص کا مطالبہ :- نیز اس سلسلے میں سورۃ انعام کا ۱۶ واں رکوع ملاحظہ فرمائیے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے متعدد پیغمبروں کا تذکرہ کرنے کے بعد صاف فرمادیا ہے کہ اگر یہ لوگ شرک کے مرتکب ہوئے تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے ۔ (دیکھئے آیات : ۸۴ ۔ ۸۸) ۔ اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے چونکہ پیغبر خدا کے مقدس بندے اور رسول ہوتے ہیں ، جو کامل اطاعت وفرمانبرداروں کا نمونہ ہوتے ہیں ۔ لہذا ان جیسی خدا رسیدہ ہستیوں سے شرک سے اجتناب کرنے کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے ؟ تو یہ خطاب بھی دراصل رسولوں کے واسطے سے امتیوں کو ہے اور اس طرز خطاب سے اصلاً شرک کے مقابلے میں خالص توحید کی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے ، اور توحید خالص کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن و مسلم کے عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ تک نہ ہو اور وہ توحید کے عقیدے کو ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک رکھے ۔ اسی کا نام شریعت کی زبان میں " اخلاص فی العبادۃ " ہے ، یعنی عبادت وبندگی کو اللہ کے لیے خالص کرنا ۔ اور اس کا نام "حنیفیت" بھی ہے ، یعنی ہر قسم کی گمراہی سے نکل کر استقامت کی طرف مائل ہونا ، چنانچہ حسب

ذیل آیت کے مطابق اہل اسلام سے اسی قسم کا خالص توحیدی عقیدہ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی بندگی، دین کو اسی کے لیے خالص رکھتے ہوئے اور پوری طرح یکسو ہوکر کریں۔ پھر نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کرتے رہیں۔ یہی سیدھا طریقہ ہے" (بینہ: ۵)۔ یہ ہے خالص توحید اور خالص دین کا مطلب جو عنداللہ ہر کلمہ گو سے مطلوب ہے اور یہ عقیدہ نظریاتی طور پر اور عملی زندگی میں دونوں طرح سے ایک آئیڈیل کے طور پر پیش نظر رہنا چاہیئے۔ لہذا ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہئیے کہ وہ اس مقام مطلوب تک پہنچے اور اللہ کا صحیح اور سچا بندہ بنے۔ ایک دوسرے موقع پر اسی قسم کے مثالی عقیدہ اور مثالی عمل کا مظاہرہ کرنے کی تاکید اس طرح کی گئی ہے: " حکم کرنا صرف اللہ کا کام ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔ یہی " دین قیم " (سیدھا راستہ) ہے۔ لیکن بہت سے لوگ (اس حقیقت سے) واقف نہیں "۔ (یوسف: ۴۰)

بدعت خدا کی خدائی کے لئے ایک للکار:- اس موقع پر " عبادت" اور " دین" کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہئیے۔ جن کا تذکرہ اوپر مذکور دونوں آیتوں میں آیا ہے اور اس ملاحظہ سے اس سلسلے کی تمام غلط فہمیاں بھی دور ہو سکتی ہیں۔ نیز اس بحث سے شریعت اور بدعت کا فرق اور اس کی حقیقت بھی پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ عبادت کے دو معنی آتے ہیں۔ (۱) اظہار عجز (۲) اور اطاعت بابندگی۔ اور دین کا اصل مفہوم طاعت ہے جو شریعت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ (دیکھئے مفردات القرآن، لسان العرب اور تاج العروس)۔ اس اعتبار سے صرف اللہ کی عبادت کرنے اور دین کو اسی کے لیے خالص رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ صرف نماز، روزے کی حد تک نہیں بلکہ پوری شریعت اور جملہ معاملات زندگی میں اللہ کی اطاعت وبندگی کی جائے اور اس کی بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔

لفظ " عبادت" ہی سے " عابد" اور " عبد" دو الفاظ نکلے ہیں۔ عابد کے معنی ہیں: عبادت کرنے والا اور عبد کے معنی ہیں بندہ یا غلام۔ اور یہ دونوں الفاظ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا بندہ رہنے پر دلالت کرتے ہیں، جو انتہاء درجے کی اطاعت کے طالب ہیں۔ اس اعتبار سے جو شخص دین میں بدعت نکالتا ہے وہ گویا کہ اللہ کی " اطاعت" سے نکل کر اس کی " نافرمانی" کا راستہ اختیار کرتا ہے، یا اپنی عبدیت وغلامی سے " آزاد" ہوجانا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بجائے " اظہار عاجزی" کے (جو عبادت اور عبودیت کا خاصہ ہے) " مغروری" کی راہ اپناتا ہے۔ بالفاظ دیگر " عابد" اور " عبد"

رہنے کے بجائے عبودیت کی ساری حدوں کو توڑ کر اپنے " معبود" ہونے کا اعلان کرتا ہے، جو ایک سنگین جرم ہے۔ غرض یہ کہ ایک " بدعتی" اللہ کا " بندہ" نہیں رہتا، بلکہ اپنی خودمختاری اور بے مہاری کا اعلان کرتا ہے۔ جو اسے کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ خدا کی مملکت میں رہتا ہے۔ خدا کا عطاکردہ رزق کھاتا ہے اور خداوندکریم کی نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے۔ تو پھر اس کیلئے کسی بھی طرح یہ بات جائز نہیں ہوسکتی کہ وہ خدائے عظیم کے قلمرو میں رہ کر اپنی انانیت اور خود مختاری کا اعلان کرے اور خلق خدا کو مختلف حیلوں بہانوں سے بہکانے کے کوشش کرے اور اس طرح وہ نہ صرف اپنے گناہوں کا بلکہ مخلوق خدا کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا۔

ایک خدا کی بندگی کا مطلب :- حاصل بحث یہ کہ اس کائنات کا صرف ایک ہی "حاکم" اور ایک ہی " آمر" ہے۔ اور ایک خدا کی بندگی کا مطلب یہی ہے کہ صرف اللہ ہی کو حاکم مانا جائے۔ یعنی حکم کرنے والا وہی ایک ہستی ہے اور اسکے اس " حکم" میں کوئی اسکا شریک و سہیم نہیں ہوسکتا۔ اور یہ " توحید فی الحکم" ہے اسکے برعکس کسی دوسری ہستی کو " حکم" میں شریک کرنا " شرک فی الحکم" ہے، جس کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ غرض اس کائنات میں طبعی نقطہ نظر سے جسطرح اللہ کی حکمرانی اور قہرمانی چل رہی ہے اسی طرح شرعی اعتبار سے بھی پوری دنیائے شریعت میں اس کا حکم اور کا "امر" چلتا رہے، اور جو کوئی امرالہیٰ یا اللہ کی " ردائے کبریائی" میں شامل ہونا چاہے گا وہ مشرک ہونے کی بناء پر عنداللہ ذلیل وخوار کیا جائے گا۔ یہ ہے " لاالہ الااللہ" کا صحیح مفہوم کہ وہی ایک برتر اور عالی صفات ہستی ہے جو اس کائنات کے تمام تکوینی (طبعی) اور تشریعی جہانوں پر حکمران ہے اور "حکم کرنا" اسی کیلئے سزاوار ہے۔ یہی مطلب ہے حسب ذیل آیت کریمہ کا۔ " آگاہ رہو کہ پیدا کرنا اور حکم چلانا اسی کا کام ہے۔ اور وہ بڑا ہی بابرکت ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔ (اعراف: ۵۴)

عقیدہ توحید کی صحیح تطبیق سے تکوین وتشریع یا فطرت وشریعت میں توازن قائم ہوتا ہے اور دونوں جہانوں کا " راگ" مشترک ومتحد ہوجاتا ہے۔ مگر بدعت یا خدا کی نافرمانی اور اسی طرح الحاد ومادیت کے باعث توحید کی اس " نغمہ سرائی" میں فرق آجاتا ہے، جو غضب الہیٰ کو دعوت دینے والی ایک حرکت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شرک وکفر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز مبغوض نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کی عظمت وجلال پر حرف آتا ہے۔ اسی لئے اس فعل شنیع کو قرآن مجید میں

ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند آیات ملاحظہ ہوں :

" جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ اس کے لئے جنت حرام کردے گا ، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا ۔ " (مائدہ : ۷۲)

" تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ " ۔ (نساء : ۳۶)

" تم خالص اللہ کے ہوکر رہو اور مشرک مت بنو " ۔ (حج : ۳۱)

" کہدو کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں اور کسی کو اس کا شریک (ساتھی) نہ ٹھہراؤں ۔ میں تو اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کے پاس میرا ٹھکانہ ہے ۔ " (رعد : ۳۶)

مسلمان اپنے اعمال کا جائزہ لیں :- اس بحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ بدعت دراصل خدا کا بندہ بننے سے انکار اور اسکی نافرمانی کا نام ہے ، جو ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے اور بدعتی لوگ خدا کی مغفرت سے محروم اور دائمی عذاب کے مستحق ہوں گے ۔ قرآن اور حدیث میں یہود ونصاریٰ کی جو گمراہیاں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں وہ دراصل ہماری عبرت و بصیرت کے لئے ہیں تاکہ ہم انکے عبرتناک واقعات سے سبق حاصل کریں اور ایک خدا کی عبادت وبندگی کریں ۔ لہذا مسلمان اپنے اعمال وافعال کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کہیں وہ ایک خدا کی عبادت وبندگی سے نکل کر " متعدد خداؤں " کی بندگی تو نہیں کررہے ہیں اور دین سے نکل کر " بے دینی " کی راہ پر تو نہیں جارہے ہیں ؟ الغرض بدعت اور شرک میں صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے ۔ جب کوئی شخص شریعت الہیٰ کی مقررہ حدود سے باہر قدم نکالتا ہے تو وہ بھٹکتا ہی چلا جاتا ہے اور بالآخر وہ گویا کہ اپنے آپ کو " حاکم مطلق " سمجھنے لگ جاتا ہے ۔ گویا کہ وہ بھی خدا کی خدائی میں " شریک " ہے ۔ اس طرح وہ شرک کا مرتکب بن کر گمراہی مول لیتا ہے اور مخلوق خدا کو بھی گمراہ کردیتا ہے ۔ مگر یہ کائنات کوئی " کمپنی " نہیں ہے جس میں بہت سے " پارٹنرز " (شریک) ہوں ۔ بلکہ یہ سارا جہاں ایک " وحدت " (یونٹی) ہے جسمیں اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی دوسرے کی " ساجھے داری " نہیں ہے ۔ نہ صفت " تخلیق " میں اور نہ صفت " حکم " میں ۔ یعنی جس طرح صفت تخلیق اللہ تعالیٰ کا خصوصی فعل ہے جس میں اس کا کوئی " حصہ دار " نہیں ہے اس طرح صفت " حکم " میں بھی اس کا کوئی ساجھے دار نہیں ہونا چاہئیے ۔ اور جس کسی نے حکم الہیٰ میں ساجھے دار بننے کی کوشش کی وہ اپنی عاقبت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا ۔ " اور جس نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو وہ بہت بڑی گمراہی میں پڑ گیا ۔ " (نساء ۱۱۶)

راشدالحق حقانی

عراق پر دوبارہ جنگ کے سائے اور عالم اسلام کی ذمہ داری

جب سے سویت یونین کا شیرازہ بکھرا ہے اس دن سے ہی دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے۔ اور آجکل ساری دنیا کا چوکیدار اور پولیس میں کا کردار امریکہ بہادر ادا کر رہا ہے۔ جہاں چاہے اور جیسا چاہے اپنے مفادات کیلئے ہر جائز وناجائز طریقہ سے اپنی من مانی کر رہا ہے۔ کمیونزم کے "دردناک" انجام کے بعد مغرب اور امریکہ نے از خود بغیر کسی وجہ اور باعث کے اسلام اور عالم اسلام کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے اور اب تک کئی مسلم ممالک اس کے زیر عتاب آچکے ہیں اور کئی سالوں سے صیہونی ادارہ اقوام متحدہ کو اپنا بغل بچہ بناکر ان ممالک اور معصوم شہریوں کو ناکردہ گناہوں کی غیر انسانی اور غیر اخلاقی سزا دینے پر تلا ہوا ہے۔ عراق اور امریکہ کا موجودہ تنازعہ جوکہ صرف ایک معمولی ذاتی انا کا مسئلہ ہے اور یہ سنجیدہ اور مخلصانہ سفارتی کوششوں سے بھی حل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن امریکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسرائیل کو خوش کرنے اور یہودیوں کے عزائم کی تکمیل کیلئے اس پر عمل درآمد کر رہا ہے۔ دراصل خلیج اور سعودی عرب میں امریکی افواج کے ناقابل تصور ناقابل برداشت اخراجات وتصرفات اور ان ممالک میں ان کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی جذبات کے پیش نظر امریکہ اس تیل کی دولت سے مالامال علاقے کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا۔ اس لیے ہی اس علاقے کی عسکری وسیاسی اہمیت کو ظاہر کرنے کیلئے یہ جنگ کو ترجیح دینا چاہتا ہے اور پھر جنگ میں سارا فائدہ امریکہ اور مغرب کو ہی ہوگا۔ جہاں اس کا اسلحہ بکے گا۔ وہاں اس کا بھاری معاوضہ بھی عربوں کے تیل اور دولت سے وصول کریگا۔ اور پھر امریکہ خلیج میں ایک مسلم عرب ملک کے خلاف بندوق بھی مسلمانوں کے کندھے پر رکھ کر چلائیگا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی مفادات و "ترجیحات" امریکہ کی پیش نظر ہونگی جب ہی تو اس نے طبل جنگ بجادیا ہے۔ اور خلیج میں اپنے بحری بیڑے کو تیار رہنے کا حکم دے دیا ہے اور اس کے ساتھ اس نے اپنے بہت بڑے بحری جہاز جارج واشنگٹن کو بھی خلیج بھیج دیا ہے۔ اور اس سے پہلے بھی خلیج میں پہلے سے اس کے کئی جنگی اور لڑاکا جہاز موجود ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امریکہ کے جاسوسی کرنے والے جہاز قصداً وعمداً عراق کی حدود کی خلاف ورزیاں کر رہا ہے جوکہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ اور جنگ میں عراق کو جبراً دھکیلنے والی بات ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو ملک مسلسل چھ سات سالوں سے زیر عتاب چلا آرہا ہے اور دنیا سے اس کا اقتصادی، معاشی اور سیاسی رابطہ منقطع ہوگیا ہے اور پھر اس کو

کویت پر لشکر کشی کی کافی سزا بھی دی جاچکی ہے ۔اور عراق کی پالیسی میں مثبت تبدیلیاں رونما ہوئیں اس تناظر میں چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسے حالات میں ان مظلوم عوام کی داد رسی کیجاتی ۔ دوبارہ ان کو بارود و آہن میں دھکیلنا کہاں کا انصاف ہے ؟ ۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردوں کی خلاف ورزی کی سزا صرف مسلم ممالک کیلئے ہے یا اسرائیل ، بوسنیا کے سربوں ، بھارت اور دوسرے ممالک جوکہ اقوام متحدہ اور اس کی قراردادوں کو خاطر میں نہیں لاتے ،ان کے لیے بھی یہی قانون ہے ۔ لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے اور امر واقعہ ہے تو امریکہ خود اس کی پشت پناہی کررہا ہے جس کی تازہ ترین مثال گذشتہ دنوں اسرائیل کی عربوں کے علاقے میں بڑھتی ہوئی ناجائز آباد کاری کے خلاف اقوام متحدہ کی قرارداد مذمت کی مخالفت کرنا ہے ۔ اس مسئلہ میں تمام دنیا ایک طرف ہے اور دوسری جانب اسرائیل کی دہشت گردی کی موافقت میں امریکہ اسرائیل کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں کے علاقے پر لبنان میں مسلسل اسرائیل کی بمباریاں جاری ہیں ۔ کشمیر میں خون مسلم کے ساتھ ہولی کھیلی جاری ہے ۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے زخموں سے اب تک خون رس رہا ہے ۔ سوڈان ،لیبیا ، ایران اور افغانستان کی حالت زار اور ان پر عائد بڑھتی ہوئی اقتصادی وسیاسی پابندیاں ہمارے سامنے ہیں ، اور تمام دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا جارہا ہے ؟ جس پر اقوام متحدہ کی خاموشی و بے حسی معنی خیز ہے اور اگر اس نے ان کے حق میں چند قراردادیں منظور بھی کی ہیں تو کیا اس پر عمل درآمد کیلئے امریکہ نے کبھی اتنا زور دیا ہے جتنا کہ عراق اور عالم اسلام کے خلاف یہ سینہ سپر ہوکر میدان میں نکلا ہے اور اپنے ساتھ دوسرے مغربی اتحادی ممالک کو بھی اس کی ترغیب دے رہا ہے ۔ اگر امریکہ کو اس بار بھی بروقت تنبیہ نہ دی گئی اور اس کو اس جنگ کی حماقت سے نہیں روکا گیا تو حالات اور وقعات کے تناظر میں یہ ایک تیسری جنگ عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے ۔ لیکن یہاں پر افسوس ناک امر یہ ہے کہ تمام عالم اسلام اپنی برادر کشی کے اس عمل میں ان قوتوں کا برابر کا شریک رہا ہے ۔ تاہم (اب تک آمدہ اطلاعات کے مطابق) اس بار یہ انتہائی خوش آئند بات ہے کہ سعودی عرب ، کویت ، ترکی اور عمان نے اعراق کے خلاف جنگ کی صورت میں اپنے اڈے امریکہ کے استعمال میں لانے کی اجازت نہ دینے کا اعلان کیا ہے جوکہ انتہائی باعث مسرت اور دانش مندانہ اقدام ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امریکہ کو اپنے اتحادیوں کی مخالفت کا بھی سامنا ہے ۔ اس سلسلہ میں فرانس ، روس ، چین نے پہلے ہی امریکہ کو متنبہ کیا ہے اور اس طرح دنیا بھر کے کروڑوں انسانوں نے بھی امریکہ کے اس ممکنہ اقدام کی مذمت ومخالفت کررہے ہیں ۔ امریکہ کو چاہئیے کہ اپنے طاقت کے غرور و گھمنڈ میں اتنا آگے نہ بڑھے کہ اس کے لیے پھر واپسی کا کوئی راستہ نہ رہے ۔ اس کے سامنے ابھی تازہ ہی

بات روس کی شکست وریخت کی ہے۔ پھر سیاسی حیثیت سے بھی دنیا کا ایک عظیم حصہ مسلمانوں کا
ہے وہ بھی مسلسل اسلام اور عالم اسلام کے خلاف امریکہ کی ناپسندیدہ پالیسیوں کی وجہ سے ان میں
جذبہ نفرت بڑھ رہا ہے۔ اور اب کے دفعہ امریکہ کے لیے ۱۹۹۰ء جیسے حالات بھی نہیں رہے ہیں۔
اس سلسلہ میں امریکہ کی یہودن وزیرخارجہ مسز میڈلین البرائٹ (جوکہ ورلڈجیوش کانگریس کی
باضابطہ ممبر ہے۔ اوراس کے والدمشہورومعروف سفارتکار تھے۔اور اس نےاقوام متحدہ میں امریکہ
کی سفیر کی حیثیت سے مسلم ممالک اور خصوصاً عراق پر عائدپابندیوں کی کوشش کی ہے اور مسلم
دشمنی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔اور امریکہ کی تاریخ میں یہ پہلی خاتون وزیرخارجہ ہیں
جن کو یہودیوں نے امریکی صدر کے عہدے کے بعد اس عظیم منصب پر فائز کیا ہے۔ تاکہ اپنے
مکروہ اعزائم کی تکمیل امریکہ کی وزیرخارجہ کی حیثیت سے بہتر انداز میں کرسکیں) کے بغیر کسی
پروگرام کے خلیجی ممالک کا دورہ اور مسلم ممالک کو رام کرنے کی کوششوں سے معلوم ہوتا ہے اور
پھر صدر کلنٹن کے دنیابھر کے عالمی رہنماؤں کے ساتھ فون پر رابطے بھی اس بات کے غماز ہیں کہ
اب کے بار اس کیلئے بغیر کسی بڑے سبب اور .بحران کے عراق پر لشکر کشی اور فوجی یلغار آسان
نہیں۔ اب کے صدر صدام کا رویہ بھی محتاط اور سنجیدہ ہے اس لیے ہی اس نے امریکہ کے
ناپسندیدہ اور مشکوک معائینہ کاروں کو اپنے ملک میں اقوام متحدہ کے اصرار پر واپس بلا لیا ہے لیکن
صدر کلنٹن کو یہ منظور نہیں اور اب وہ ایک نیا بہانہ تلاش کر کے صدرصدام کے محل کو بھی" فتح"
کرنا چاہتا ہے۔ جس کی عراقی غیور اور باہمیت عوام قطعاً اجازت نہیں دیتے۔ اور اس بار اکثر
اسلامی ممالک نے عراق کو مظلوم قرار دیا ہے جو کہ سیاسی لحاظ سے عراق کی فتح اور مسلم اتحاد کے لیے
ایک اہم پیش رفت و علامت ہے۔ (خدا کرے کہ ایسا ہی ہو) اس سلسلہ میں اسلامی سربراہی
کانفرنس منعقدہ تہران نے بھی ایک اچھا کردار ادا کیا ہے اور نہایت ہی مناسب اور بروقت اقدام
ہے۔ کہ امریکہ کے ناچاہنے کے باوجود مسلمانوں نے یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ اوآئی سی کو
چاہیئے کہ وہ خصوصاً عراق ، افغانستان اور کشمیر پر زیادہ توجہ دے۔ ہم پاکستان کی حکومت ، سعودی
عرب کے فرمانرواؤں اور عالم اسلام کے دیگر زعماء سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ حالات کی نزاکت کا
احساس کرتے ہوئے سفارتی کوششوں کو تیز کریں۔ اور امریکہ کو اس ڈھٹائی اور ظلم سے باز رکھنے
کی پوری کوشش کریں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب (بنوں)

بسلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان

سلسلہ نمبر ۴

جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار

(قسط نمبر ۲)

ایک انگریز افسر نے لکھا ہے: انبالہ سے دہلی تک ہزاروں بے قصور دیہاتیوں کو انگریزوں نے مار ڈالا، ان کے بدنوں کو سنگینوں سے چھیدا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے منہ میں گائے کا گوشت ٹھونسا جاتا تھا۔ سرٹامن نے لکھا ہے: دہلی کے کچھ مسلمانوں کو ننگا کر کے اور زمین سے باندھ کر سرے سے پاؤں تک جلتے ہوئے تانبے کے ٹکڑوں سے اچھی طرح داغ دیا جاتا اور مسلمانوں کو سور کی کھالوں میں سی دیا جاتا۔ خواجہ نظامی رقمطراز ہیں: ہزاروں عورتیں فوج کے خوف سے کنویں میں کود پڑیں۔ یہاں تک کہ پانی سے اوپر ہوگئیں۔ جب زندہ عورتوں کو کنویں سے نکالا چاہا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں گولی سے مار دو نکالو نہیں۔ ہم شریفوں کی بہو بیٹیاں ہیں۔ ہماری عزت خراب نہ کرو۔ بعض لوگوں نے اپنی عورتوں کو قتل کر کے خودکشی کرلی۔

ایک انگریز افسر لکھتا ہے: کہ شام کے وقت ایک سکھ اردلی میرے خیمے میں آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا۔ آپ غالباً یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ قیدیوں کیساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ میں فوراً لپک کر قیدیوں کے خیمے میں گیا، جہاں ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزع میں بے حال دیکھا۔ یعنی آنکھیں ان کی بندھی ہوئی تھیں اور برہنہ زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور سر سے لیکر پاؤں تک تمام جسم کو گرم تانبے سے داغ دیا گیا۔ اس روح فرسا نظارہ کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے ان کا خاتمہ کر دینا ان کے حق میں مناسب سمجھا۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے: کہ بدنصیب قیدی کے جلتے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل کر باہر کی فضا کو مسموم بنارہی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ تہذیب اور شائستگی پر ناز کیا جاتا تھا۔ ایک ایسا دردناک نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ ایک انسان نہایت وحشیانہ طریق سے زندہ آگ میں جلایا جارہا ہے۔ سکھ اور یورپین نہایت اطمینان اور متانت سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر اردگرد کھڑے دیکھ رہے ہیں گویا وہ ایک تفریح کا سامان تھا۔

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈی لین نے لکھا ہے: زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا

یا پھانسی سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کیساتھ بدفعلی کریں۔ ایسی مکروہ اور منتقمانہ حرکات کی دنیا کی کوئی تہذیب بھی کبھی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں شرم وندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسے حرکات عیسائیت کے نام پر بدنما دھبے ہیں، جن کا کفارہ لازمی طور پر ہمیں بھی ادا کرنا پڑے گا۔

نظام تعلیم کے بارے میں انگریزوں کی پالیسی:۔

لارڈ میکالے لکھتا ہے: کہ ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے جو ہم میں اور ہمارے کروڑوں رعایا سے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔

مسٹر کیرہارڈی لکھتا ہے: جس جگہ ہم نے بنگال کا پرانا نظام توڑدیا وہاں سے گاؤں کا اسکول غائب ہوگیا ہے۔ کپتان الگزنڈر ہملٹن اپنے سفر نامے میں اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت کی حالت بتاتے ہوئے لکھتا ہے۔ صرف شہر ٹھٹھ سندھ میں چار سو کالج مختلف علوم وفنون کے تھے۔

مقریزی کتاب الخطط میں لکھتا ہے: کہ بزمانہ تغلق صرف شہر دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے۔ مسٹر کیرہارڈی میکس مولر کے حوالہ سے لکھتا ہے: انگریزی عملداری سے قبل بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے اسی طرح چار سو آدمیوں کی آبادی کیلئے ایک مدرسہ کا اوسط ہوتا تھا۔

ڈبلیو ہنٹر کہتا ہے: کہ ہمارے انگلو انڈین سکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے اباؤ واجداد کے مذہب سے انکار نہ جانتا ہو۔ ایشیا کے پھلنے پھولنے والے مذاہب جب مغربی سائنس بستہ حقائق کے مقابلے میں آتے ہیں تو سوکھ کر لکڑی ہوجاتے ہیں۔

سرڈی ہملٹن نے کہا ہے: کہ اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اس طرح چھوڑنا پڑا جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائیں گے جسمیں نہ تعلیم ہوگی نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا اور نہ ہی دولت ہوگی۔ جب انگریزی دور اقتدار غیر منقسم ہندوستان میں آیا اور انگریزوں کا نظام تعلیم آیا، تو اکبر نے وہ شعر کہا جس سے بہتر شعر آج تک لادینی نظام تعلیم اور اس کے دوررس نتائج کے متعلق کسی نے نہیں کہا ہے۔ مغربی نظام تعلیم کے اثرات کے بارے میں اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں اس سے زیادہ گہری حقیقت نہیں بیان کی گئی۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا   افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انہوں نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ فرعون نے اپنی غباوت اور کند ذہنی سے خواہ مخواہ اپنے

خلاف اتنا پروپیگنڈا کرایا اور اپنے لئے اتنی مشکلات پیدا کیں کہ آج تک صحف سماوی تک میں وہ علامت ہے جبرواستبداد کی اگر وہ نظام تعلیم بدل دیتا تو بجائے بدنامی کے نیک نامی ہوتی۔

سرکاری ملازمتوں کے بارے میں انگریز کی پالیسی:۔

جب سے انگریزی راج شروع ہوا ، اس وقت سے ہندوستانیوں کی قومی تذلیل ، توہین ، نسلی اور باطنی امتیاز ، رنگت اور وطنیت کا تذلیل کرنے والا تفرقہ شروع ہوا جو کہ طاقت اور قوت کیساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ۔ انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ۔ باوجود یکے انگریز پردیس سے بطور مہمان تجارت کیلئے آئے تھے اور شہنشہان ہندوستان کے رحم وکرم سے تجارت کی اجازت حاصل کرکے فرمانات شاہی کے سایہ میں روزافزون ترقی کرتے رہے اور پھر شہنشہان اسلام پر ڈورے ڈال کر دیوانی (ریونیو) کی ملازمت حاصل کرکے انتظامی امور میں دخیل ہوئے اور پھر غداریاں کرتے ہوئے تمام نظام سلطنت کو رفتہ رفتہ ملیامیٹ کرکے تقریباً سو برس ۱۷۶۵ء سے لیکر ۱۸۶۴ء تک میں ہندوستان کے بادشاہ بن گئے ۔ ۱۷۶۵ء کے کچھ عرصہ بعد سے ہی ہندوستانی افسروں کو آہستہ آہستہ خلاف معاہدہ نکالنا شروع کیا اور جن عہدوں کو کوئی انگریز قبول کر سکتا تھا ان پر انگریزوں کو مقرر کیا ۔

سرجان شور کہتا ہے کہ ۱۸۳۳ء میں انگریزی قانون اور نظام پر بحث کرتے ہوئے ہر وہ عہدہ عزت اور منصب جس کو قبول کرنے کیلئے ادنیٰ انگریز کو امادہ کیا جاسکتا ہے ۔ ہندوستانیوں کیلئے بند کردیا گیا ۔ اور جو چھوٹے عہدے تھے اور تنخواہوں کی ان میں زیادہ مقدار نہیں ہوسکتی تھی ان سے بھی مسلمانوں کو نکال کر ہندوؤں کو مقرر کیا ۔ یورپینوں اور انگلو انڈینوں کو ان کے عہدوں پر بہ نسبت سابق کئی کئی گنازیادہ تنخواہیں دیں ۔ فوجی عہدوں کے ذمہ دار مناصب سے ہندوستانیوں کو بالکل خارج کردیا ۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے : مسلمانوں پر حکومت کی ملازمتوں کا دروازہ بند ہے ۔ غیرسرکاری ذرائع زندگی میں بھی انہیں کوئی نمایاں جگہ حاصل نہیں ۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں : جتنے ہندوستانی سول سروس میں داخل ہوتے ہیں یا ہائی کورٹ کے جج بنتے ہیں ۔ ان میں سے ایک بھی مسلمان نہیں ۔ حالانکہ جب یہ ملک ہمارے قبضہ میں آیا تو اس سے کچھ عرصہ بعد تک بھی حکومت کے تمام کام مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سرانجام پاتے تھے ۔ پھر لکھتے ہیں : کہ ہندوستان میں انگریز عملداری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہندوستانی ابتداء سے بڑے عہدوں سے قطعاً خارج کردیئے گئے قوانین بنانے میں اور ملک کے لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں انکا کوئی اختیار نہیں ۔

ہنٹر ایک اور جگہ میں لکھتا ہے : ہم نے مسلمان امراء کو فوج میں داخل نہیں کیا ، کیونکہ

ہمیں یقین تھا کہ ہماری عافیت ان کو بیدخل کردینے ہی میں ہے۔ ہم نے ان کو دیوانی کی منفعت بخش محکمہ سے اس لیے خارج کردیا کہ ایسا کرنا حکومت اور عوام کی بہتری کیلئے ازحد ضروری تھا۔ ایک اور جگہ لکھتا ہے: کہ دراصل کلکتہ کے سرکاری دفتر میں مسلمان اب اس سے بڑھ کر اور کوئی امید بھی نہیں رکھ سکتے کہ قلی اور چپراسی، دواتوں میں سیاہی ڈالنے والا یا قلموں کو ٹھیک کرنے والے کے سوا کوئی اور ملازمت حاصل کرسکیں۔ مذکورہ بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستانیوں کو محسوس کرنا چاہیئے کہ اس کی غلامی کا منشاء برطانوی شہنشاہیت اور اس کا ظلم واستبداد ہے۔ جو جذبۂ استعباد واستبداد فرعون میں موجود تھا وہی جذبہ فرنگی سامراج برطانیہ سے لیکر آیا ہے۔ فرعون نے اگر ملک مصر کی سلطنت پر مغرور ہوکر خدائی کا دعوی کیا اور خدائے برتر سے مقابلہ کی ٹھانی تو آج کی یورپین مغرور بدمست قومیں بھی اسی فکر اور جذبے سے خدائے حقیقی کے مقابلہ پر پڑی ہوئی ہیں۔

بالشویک کے ہاتھ میں طاقت آئی تو انہوں نے باالفاظ خود اپنی سلطنت میں خدا کا داخلہ ممنوع قرار دیئے جانے کا اعلان کیا۔ جرمنوں کے ہاتھ میں خدا کی بخشی ہوئی حکومت آئی تو انہوں نے وطنی تعصب کے جذبہ سے کہا: کہ اگر خدا جرمنی ہوتا تو جرمن قوم اسے مان سکتی تھی۔ برطانیہ کے ہاتھ میں وسیع وعریض ملک آیا تو اس کے بعض ذمہ داریوں نے اپنی سلطنت کے طویل وعریض رقبے کو دیکھ کر تکبر کی وجہ سے کہنے لگے کہ اگر آسمان بھی ہمارے ملک پر گرنا چاہے گا تو ہم اپنی سنگینوں کی نوک پر اسے رکھ لیں گے۔

فرنگی سامراج نے ہندوستان کی ساری دولت لوٹ لی:-

سرجان شور جس کا تعلق بنگال سول سروس سے تھا۔ قانون اور نظام انگریزی پر بحث کرتے ہوئے ۱۸۳۳ء میں کہتا ہے۔ لیکن ہندوستانیوں کا عہدزریں گزر چکا ہے جو دولت کبھی اس کے پاس تھی اس کا جزواعظم بڑا حصہ ملک کے باہر کھینچ کر بھیجدیا گیا ہے اور اس کے قدرتی عمل اس بدعملی کے ناپاک نظام نے معطل کردیئے ہیں، جس نے لاکھوں نفوس کی منفعت کو چند افراد کے فائدے کی خاطر قربان کردیا ہے۔ برطانیہ نے جو طرز حکومت قائم کی ہے، اس کے تحت ملک اور باشندگان ملک رفتہ رفتہ محتاج ہوتے جارہے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان پرانے تاجروں پر جلدہی تباہی آگئی۔ انگریزی حکومت کی پیس ڈالنے والی زیادہ ستانی نے ملک اور اہل ملک کو اتنا مفلس کردیا ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

انگریزی لیٹروں نے ہندوستان کا نہ ختم ہونے والا خزانہ اپنے خونی ہاتھوں سے لوٹ کر انگلستان لے گیا۔ ہندوستان ابتداء ہی سے ایک زرخیز ملک تھا۔ اس کا سونا، چاندی اور دولت نہ ختم ہونے والی تھی۔ مشہور مورخ عبداللہ وصاف لکھتا ہے:
حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں اس وقت تک مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے لیکر شمال تک برصغیر کے سوا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس میں باہر کے ملکوں سے سونا اور چاندی اور قیمتی سامان اور جنس آتی ہو اور اس کے بدلے میں کانٹے، جڑی بوٹی، سنگریزے اور مختلف قسم کی جڑیں باہر جاتی ہوں اور جہاں سے سامان کی خریداری کیلئے کسی ملک کو کبھی روپیہ نہ گیا ہو۔

فرنگی سامراج کے بڑھتے ہوئے مظالم کیوجہ سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے برصغیر کو دارالحرب قرار دیدیا:-

۱۷۹۲ء میں انگریز جب ملک نے اکثر و بیشتر علاقوں پر قبضہ کرلیا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے برصغیر کو دارالحرب قرار دیا اور آپ انگریز کے بڑھتے ہوئے تسلط کو روکنے کیلئے ابھی ابتدائی مرحلے کی تکمیل ہی کر پائے تھے کہ انتقال ہوگیا۔ پھر اس تحریک آزادی کو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے آگے بڑھایا۔ اور آزادی وطن کیلئے خاندان ولی اللہی کے چشم و چراغ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر خون میں نہاتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اسلام کے مایہ ناز فرزندوں کی شہادت کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علماء کرام نے قائدانہ کردار ادا کیا اور اپنے اپنے مقام پر بڑی دلیری و بہادری سے برطانوی حکومت کا مقابلہ کیا۔ مثال کے طور پر حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تھانہ بھون اور شاملی کے علاقوں میں آزادی کی جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ حریت کی اس جنگ میں شاملی کے میدان میں حافظ ضامن کو زیر ناف گولی لگی اور جام شہادت نوش کرگئے۔ حضرت گنگوہیؒ گرفتار کرگئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ اس کے بعد آپؒ تین دن تک روپوش رہے۔ اس کے بعد باہر نکل آئے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا: محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی غار حرا میں تین دن ہی رہے تھے۔ غرض یہ کہ علماء کرام نے ہر موڑ پر انگریزوں کا تعاقب کیا اور ہر مقام پر ان کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اگرچہ غیر منظم اور وقت مقررہ سے پہلے شروع ہوجانے کیوجہ سے دوررس نتائج کی حامل نہ تھی۔ تاہم اندرون ہند مجاہدین آزادی نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شاہ اسحقؒ کی خاص ہدایت پر حاجی امداد اللہ

مہاجر مکیؒ حجاز سے واپسی پر ہندوستان تشریف لے آئے تھانہ بھون علماء مجاہدین کا ہیڈکوارٹر تھا۔ ہندوستان کے سیاسی حالات کا شریعت اسلامی کی رو سے مکمل جائزہ لیا گیا۔ زبردست بحث و تمحیص کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی سرکردگی میں تھانہ بھون میں اسلامی حکومت قائم کردی گئی اور جہاد کی تیاری شروع ہوگئی۔ جس میں مندرجہ ذیل مرکزی عہدیدار تجویز ہوئے۔ امیر المجاہدین حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ ۔ سپہ سالار: مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۔ قاضی القضاۃ ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔ دائیں بائیں بازو کے آفسیرز: مولانا محمد منیر نانوتویؒ اور مولانا محمد ضامن شہیدؒ ۔ ان افسروں کی سرکردگی میں مجاہدین کی فوج تربیت دی گئی۔ شاملی جو انگریزی فوج کی چھاونی تھی، اس پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا گیا۔ مجاہدین کی یہ فوج دہلی پر قبضہ کیلئے روانگی کی تیاری میں مصروف تھی کہ تقدیر کا فیصلہ سامنے آیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ شکست خوردہ انگریزی افواج فتح یاب ہونے لگیں، مجاہدین آزادی کو پے درپے شکستوں کا سامنا ہونے لگا۔ انگریزی افواج تھانہ بھون پر حملہ آور ہوئیں مگر شکست کھائی۔ دوبارہ کرنل ڈنلاپ کی سرکردگی میں انگریزی فوج نے حملہ کیا اور تھانہ بھون کو فتح کرلیا۔ قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا۔ تھانہ بھون کے بعد شاملی پر چڑھائی کی اور اسے بھی فتح کرکے تباہ وبرباد کردیا۔ تحریک آزادی کی جنگ ہاردی گئی مگر جوش جہاد کو دبایا نہ جاسکا۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا قیام اسی روح جہاد کو زندہ وتابندہ رکھنے کی غرض سے معرض وجود میں آئے۔ مہاجر مکیؒ مکہ معظمہ میں قیام پزیر ہوگئے اور وہاں بیٹھ کر آزادی ہند کی تحریک کی قیادت فرماتے رہے۔ (جاری ہے)

آخری قسط نمبر ۵

جناب مولانا انوارالحق صاحب
نائب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ حقانیہ

شہیدوں کے خون سے منور سرزمین

افغانستان میں چار دن

کابل سے سالانگ کے طرف جاتے ہوئے سڑک کے دونوں جانب جبل السراج کا مختصر سابازار واقع ہے ۔ جس میں دائیں طرف مڑتی ہوئی کچی سڑک وادی پنج شیر کے طرف جاتی ہے اور سامنے والی شاہراہ مشہور درہ سالانگ اور اس کے آگے مزار شریف وکندوز اور سویت یونین سے آزادی حاصل کرنے والے جمہوریاؤں کے سرحدات پر ختم ہوجاتی ہے ۔ اس چوک نما جگہ پر ساتھیوں نے پنج شیر کے محاذ پر جانے کا فیصلہ کیا ۔ چنانچہ ہم سیدھے سڑک کے دائیں طرف مڑکر وہاں واقع آبادی کے درمیان ہی سے سامنے نظر آنے والی چھ سات کلومیٹر پر واقع پہاڑ کے دامن کے طرف روانہ ہوگئے ۔ کچھ دیر سفر کرکے دائیں جانب ایک بہت بڑی بستی نظر آئی جو گل بہار کے نام سے جانی پہچانی جگہ ہے ۔ اس پر قبضہ کیلئے بھی طالبان کو کئی بار آگ وخون کے دریاعبور کرنے پڑے ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ اکثر وبیشتر علاقے ودیہات (ماسوائے چارپکار شہر کے) طالبان نے مقامی مکینوں سے بالکل خالی کردئے تھے ۔ جس کی وجہ یہ کہ اس صوبہ پروان کے رہائشی لوگوں نے غداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کئی دفعہ طالبان مجاہدین پر پیچھے سے حملہ کرکے بے پناہ نقصان پہونچانے کے واقعات زبان زد عام وخاص ہیں ۔ انگوروں کے باغات اور درختوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلوں کے بیچ سے کئی دفعہ طالبان مخالف عناصر نے چھپ کر یا مستورات کے بھیس میں مجاہدین کو گزند پہونچانے کی کوشش کی ، جس کے پیش نظر طالبان افواج کو یہ سارا علاقہ آباد کاروں سے خالی کرنا پڑا ۔ سفر کرتے ہوئے پہاڑی کے بالکل قریب ایک گاؤں جس کے وسط میں نہر جاری ہے ، کے قریب رک کر ظہر کے نماز پڑھنے کیلئے وضوء کرنے لگ گئے ۔ گاؤں میں دور دور تک کسی انسان کا وجود نہ تھا ۔ گارے کے بنے ہوئے دکانوں کا ایک طویل سلسلہ تھا مگر تمام دکانیں مقفل کسی کو جراتِ نہ تھی کہ دکان یا مکان کے تالے کو ہاتھ لگائے ۔ جگہ جگہ دو تین مسلح طالبان اس گاؤں وبازار کے حفاظت پر مامور تھے کہ کسی مکین کے غیر موجودگی میں اس کا گھر یا دوکان لوٹا نہ

جائے ۔ یہ تو طالبان کا اپنے دشمن کے علاقہ میں وہاں کے باشندوں کے ساتھ اسلامی سلوک کا مظاہرہ تھا ۔ اسکے مقابلہ میں دشمن کے فوجوں نے جب بھی طالبان کے کسی حامی علاقہ پر قبضہ ویلغار کیا تو نہ صرف وہاں کے مکانوں اور دکانوں کو جی بھر کر لوٹا بلکہ بے شمار شہریوں کو بھی تہہ وتیغ کردیا ۔ نماز کے ادائیگی کے بعد یہاں سے قریباً دو فرلانگ آگے درہ پنج شیر کے ابتداء میں طالبان کے آخری خط تک گئے ۔ گاڑیاں اسی گاؤں میں ایک ایسے جگہ جو دشمن کو نظر آنے سے محفوظ تھا روکدیں ۔ اس آبادی کے بالکل قریب ہی دوطرف پہاڑوں کے اوپر مورچوں میں مخالفین کی نقل وحرکت واضح طور پر نظر آرہی تھی ۔ ذرا سی بے احتیاطی پر ہم دشمن کے حملے کے زد میں آسکتے تھے ۔

اسی وجہ سے یہاں سے آگے پیدل درختوں اور چٹانوں کے آڑ میں پناہ لے کر طالبان تک ہم پہونچے ۔ وہاں پرموجود دین کی سربلندی کیلئے اپنے جان داؤ پر لگانے والے علوم دینیہ کے تشنگان اسلام کے شیدائی ہر قسم کے خوف وخطر سے بے پرواہ ہوکر پیش قدمی کیلئے پر تول رہے تھے ۔ ان کو نہ راحت کی پرواہ اور نہ طعام کی بلکہ کئی دن کی ٹھنڈی اور باسی روٹیاں اپنے ساتھ محفوظ کرنے کے بعد بوقت ضرورت اسے کھاکر اپنے سے کئی گنازیادہ تربیت یافتہ فوج کا دلوانہ وار مقابلہ کرنے کیلئے چاک وچوبند تیار تھے ۔ پاکستانی علماء کے وفد کو اپنے درمیان اس پر خطر مقام میں دیکھ کر بے حد خوش ہوئے ۔ والہانہ انداز میں چائے وغیرہ جو کچھ ان کے بس میں تھا پیش کرنے پر مصر رہے ۔ حضرت مولانا شیرعلی شاہ صاحب نے ان کو مخصوص انداز میں دعائیں دے کر ان سے رخصت لی ۔ زادراہ کے طور پر ان کے ساتھ جو ٹھنڈی روٹیاں تھیں مہمانوں کے حوالہ کردیں ۔ جبل السراج کے مختصر بازار جس کی اکثر دکانیں بند پڑی تھیں واپس آکر ایک ہوٹل میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس جانب کے آخری خط درہ سالانگ روانہ ہوئے ۔ سرنگ کے کابل والے جانب کا حصہ طالبان کے قبضہ میں اور آخری سرا مخالفین کے کنٹرول میں تھا۔ اس ٹنل سے متصل شاہراہ پر واقع پل طالبان کے آمد کے خوف سے دشمن نے اڑا دیا تھا، جس کی وجہ سے مزارشریف او رپورے شمالی افغانستان اور کابل کے درمیان زمینی رابطہ منقطع ہوا ۔ دونوں طرف سے آنے والے بسوں سے اتر کر درہ سالانگ کو پیدل عبور کرنے کے بعد دوسرے جانب سواریوں میں بیٹھ کر سفرجاری رکھ سکتے ہیں ۔ اس خط پرموجود طالبان میں وہی جذبہ جہاد، ہر ایک کا چہرہ نورایمان سے منور ، ایثاروقربانی کے موقع پر ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی تڑپ اور افغانستان کے فضاؤں کو حقیقی اسلامی معاشرہ بنانے کی ارزو جیسے صفات سے لبریز تھا۔

اس اہم خطہ کے مسئول انچارج حقانیہ کے طالب علم مشہور کمانڈر مولوی عنایت اللہ مع مجاہد ساتھیوں کے جن میں اکثریت جامعہ حقانیہ کے فضلاء وطلباء کی تھی ہمیں اپنے درمیان دیکھ کر

خوشی سے پھولے نہ سماسکے ۔ مہمانوں کے آمد کے خوشی میں بھاری ہتھیاروں سے کئی گولے داغے ۔
ہمیں واپس کابل پہونچنے کی جلدی تھی ۔ اس لئے وہاں موجود مجاہدین نے انتہائی مختصر وقت میں اس اہم محاذ کی اہمیت اور اردگرد کے تازہ ترین حالات کے بارے میں سیر حاصل طریقے سے بریف کیا ۔ قریباً نصف گھنٹہ رک کر قہوہ چائے پینے کے بعد پہاڑوں کے درمیان گھرے ہوئے طالبان کی چھاونی سے ہم واپس دارالحکومت کی طرف روانہ ہوئے ۔ اب مزید کہیں رکنے کا پروگرام نہ تھا ۔ صرف بگرام ائیرپورٹ دیکھنے کی خواہش تمام ساتھیوں کی تھی ، جو کابل کیطرف جانے والے ایک نئے بنائے ہوئے سڑک کے قریب واقع ہے ۔ چاریکار سے غالباً چار پانچ کلومیٹر کابل کے طرف ایک سڑک بائیں طرف مڑکر ائیرپورٹ کو چھونے کے بعد پہاڑوں کے درمیان سے کابل شہر تک بنائی گئی ہے ۔ یہ نئی سڑک ہے ۔ سننے میں آیا کہ پہلے سے جو شاہراہ موجود تھی اس کے دونوں طرف باغات اور درختوں کی موجودگی سے جہادافغانستان کے دوران نجیب اور اسکے آقا سویت یونین کے افواج اور جرنیل ہروقت خوف اور خطرہ محسوس کرتے تھے کیونکہ کئی بار ان دونوں اطراف سے مجاہدین نے کھیتوں اور باغات میں روپوش ہو کر ان پر ایسے حملے کئے کہ اس سڑک پر خود نجیب کیلئے بھی گزرنا شجرممنوع بن گیا تھا ۔ اسی خطرہ کے پیش نظر روسی استعمار نے کابل سے ایک سڑک براستہ بگرام جو چاریکار کے قریب پرانے روڈ سے مل جاتی ہے ھنگامی طور پر بنوالی ۔ اسی نئے راستے پر ہم نے بگرام ائیرپورٹ کے طرف رخ کیا ۔ ہوائی اڈہ یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں ۔ وہاں پہونچ کر ہوائی مستقر کا تفصیلی معائنہ کیا ۔ اس کی بارے میں جو کچھ سنا تھا ۔ اس سے بڑھ کرپایا ۔ واقعی ہر قسم جدید آلات سے آراستہ ، کئی میلوں پر پھیلا ہوا یہ وسیع وعریض رن وے ۔ رن وے کے بہت بڑھے حصہ پر لوھے اور فولادی چادروں کی تہہ بچھائی گئی تھی تاکہ برف باری کے نامساعد حالات میں بھی طیاروں کے اترنے اور چڑھنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا نہ پڑے ۔ یہ سب انتظامات سرخ سامراج نے اسلامی جذبہ و دینی تہذیب وتمدن سے لبریز اس مٹی کو مستقل طور پر اپنے نوآبادی اور تسلط میں رکھنے کے لیے کئے تھے ۔ مگر انسان کی تدبیر کی رب العالمین کے فیصلہ اور تقدیر کے سامنے کیا حیثیت ؟ " تدبیر کند بندہ وتقدیر کند خندہ " ناپاک عزائم کے تکمیل اور اپنے حفاظت کیلئے تمام وسائل افغانستان میں جھونکنے والوں کو کیا معلوم تھا کہ یہ سارے حفاظتی منصوبے دھرے کے دھرے رہ کر یہی زمین ان کے لئے مدفن ثابت ہوگی ۔ اسی نئے سڑک پر واپسی کے دوران سڑک کے کنارے پانی کے ایک چشمہ پر عصر کی نماز ادا کرکے مغرب سے پہلے دیہہ سبز کے راستے کابل واپس پہونچے ۔ مولوی احمد جان حقانی سے ملاقات کرنے پر معلوم ہوا کہ دارالحکومت میں موجود

بعض اہم طالبان قیادت سے ہمارے ملاقات کا پروگرام طے ہوچکا ہے ۔ کیونکہ افغانستان آمد کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ ارباب اقتدار وزعماء سے مل کر ان کے عزائم ، لائحہ عمل سے آگاہی ہوسکے ۔ اور ساتھیوں کے اذہان میں جو کارآمد تجاویز تھے ان پر بھی ان کے ساتھ تبادلہ خیال ہوجائے ۔ عشاء کی نماز کے بعد طالبان کے شورائے عالیہ کے نائب سرپرست یا با الفاظ دیگر افغانستان کے نائب صدر مولوی محمد حسن صاحب سے ملاقات کرنی تھی ۔ وقت مقررہ پر وفد کے تمام ارکان ان کے ہاں پہونچے ۔ نہ کوئی لمبا چھوڑا پروٹوکول اور نہ بے جا حجابات اور رکاوٹیں ۔ انتہائی سادہ لباس میں ملبوس ، چہرے پر متانت وسنجیدگی ، توکل علی اللہ کے آثار نمایاں ، سادہ شخصیت ہمارے ساتھ محو گفتگو تھی ۔ تمام ساتھی باری باری اپنے طرف سے عظیم کامیابی پر تبریک پیش کرنے کے بعد اپنے تجاویز اور طالبان کے تحریک کے بارے میں مغرب اور مغربی ذرائع ابلاغ ودیگر لادینی عناصر کے بے بنیاد پروپیگنڈا کا ذکر کرتے رہے ۔ میں نے اپنے معروضات پیش کرتے وقت افغانستان کے جہاد سے لیکر طالبان تحریک اور ان کے کامیابیوں میں دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے کردار کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دو دن ہوئے میں افغانستان کے سرزمین پر آیا ہوں ۔ الحمدللہ اکثروبیشتر اہم مناصب اور محاذوں پر حقانیہ ہی کے فضلاء ، طلباء ہیں ۔ مجھے تو ایسا لگا جیسے دارالعلوم حقانیہ سے باہر نکلا نہیں ۔ حقانیہ ہی میں ہوں ۔ سارے رفقاء کے اظہار خیالات کے بعد مولوی محمد حسن صاحب نے خطاب شروع کردیا ۔ (چونکہ ان کے بیان پشتو میں تھا اور ہمارے ساتھ لاہور سے اردو جاننے والے تھے اس لئے ترجمانی کے فرائض حضرت مولانا سید شیرعلی شاہ صاحب ادا کررہے تھے) مولوی صاحب نے جہاد افغانستان کے بعد کے حالات اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی طالبان تحریک کے احیاء اور کامیابیوں پر مدلل انداز سے روشنی ڈالی ۔ اندازہ یہ ہورہا تھا کہ طالبان کے قائدین کو صرف طالب اور مولوی سمجھنے والے ان کے صلاحیتوں ، سوچ اور عالمی مسائل پر ان کے بالغ نظری سے بالکل ناواقف ہیں اور اگر پورے عالم کو امن وآشتی اور صلح کاگہوارہ بنانا ہے تو اس کے لیے حقیقی پروگرام اور مصائب کا حل تو انہی طالبان کے پاس ہے ۔ ہر بات اللہ پر اعتماد کامل اور قوت ایمانی کے جذبہ سے معمور تھی ۔ اغیاروکفار کے مکروہ پرپیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ طالبان تحریک کا مقصد اولین اس زمین پر اللہ کے شرعی نظام کا اجراء ہے اور شریعت کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کے نفاذ کے راہ میں اگر تمام دنیا ہمارے خلاف ہوجائے ہمیں قطعاً پرواہ نہیں ، کیونکہ ہمارا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے نہ کہ انسانوں کی ۔ مخلوق کو دین کا تابع ہونا ہے نہ کہ دین کو مخلوق

کے مرضی اور خواہشات کا تابع کرنا ہے ۔ ارکان وفد کے جانب سے پیش کردہ تمام تجاویز اور سوالات پر انہوں نے انتہائی تفصیل سے مرحلہ وار وضاحت کرکے سب کو مطمئن کردیا ۔ اسی دوران افغانستان میں دستیاب میوہ جات سے مہمانوں کی تواضع کی گئی ۔ رات کے نو بجے افغانستان کے تمام شہروں میں دفاعی وامن کے پیش نظر کرفیو کا نفاذ ہوکر صرف اس شخص کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہوتی ہے ۔ جسے طالبان کے طرف اس رات کیلئے مخصوص کوڈ ورڈ جسے وہ " شب نامہ " کہتے ہیں یاد ہو ۔ جگہ جگہ سڑکوں ، چوراہوں ، محلوں اور گلیوں میں اس نظام پر سختی سے عمل درآمد کرنے کیلئے مسلح طالبان موجود رہتے ہیں ۔ اور پٹرولنگ بھی کرتے ہیں ۔ بڑے سے بڑا آدمی اور عہدہ پر فائز شخص بھی اگر اس قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب پایا جائے تو اس کا بھی مواخذ ہوتا ہے ۔ چنانچہ مولوی محمد حسن جوکہ افغانستان میں عہدے کے لحاظ سے نمبر دو شخصیت ہیں، انہوں نے خود واقعہ سنایا کہ ایک علاقہ جس میں عام لوگوں کا داخلہ ممنوع تھا جانے کا ارادہ کیا تو ڈیوٹی پر موجود طالبان سیکورٹی کے اہلکاروں نے روک کر واپس کردیا ۔ یہ ہے اسلامی نظام کی ایک ادنیٰ سی جھلک جس میں غریب وامیر اور منصب وغیر منصب والا برابر ہے۔ اسی رات کے پابندی کا خیال کرتے ہوئے ابھی نو بجے ہونے میں دس منٹ باقی تھے کہ ہم اپنے قیام گاہ کے طرف روانہ ہوئے ۔ نائب گورنر کابل مولوی محمد عالم حقانی کے خواہش پر رات کا کھانا وفد نے ان کے ہاں تناول کیا اور حقانیہ میں ایک طویل عرصہ زیر تعلیم رہنے اور میرے ساتھ خصوصی ربط وتعلق کے بناپر مجھے رات بھی ان کے ہاں گزارنی پڑی ۔ باقی تمام ارکان (یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ کل جانے کے بعد افغانستان کے بعض دیگر زعماء سے ملکر جلال آباد اور پشاورواپس روانہ ہونگیں) اپنے اپنے ٹھکانوں کو جاکر محواستراحت ہوگئے ۔ اگلے روز جمعۃ المبارک کا دن تھا ۔ اپنا سامان وغیرہ ساتھ اٹھاکر افغانستان کے وزیر تعلیم مولوی غیاث الدین جو کہ جامعہ حقانیہ کے فارغ اور افغانستان کے شمالی علاقہ کے ایسے حصہ کے رہنے والے ہیں جنکی زبان کٹر فارسی ہے ۔ سے ملنے کیلئے ان کے مکان پہونچے ۔ جمعرات کے روز جیسے کہ ذکر ہوچکا ہم نے سارا دن محاذ جنگ دیکھنے میں گزارا ۔ مولانا موصوف کو ہمارے کابل آمد کی اطلاع ہوکر دو دفعہ ہم سے ملنے کیلئے مولوی احمدجان صاحب کے مکان آئے ، مگر ملاقات نہ ہوسکی ۔ مولوی صاحب کا مکان ایوان صدر یعنی بادشاہ کے محل جس کو " ارگ" کہاجاتا ہے کے ایک حصہ میں واقع ہے ۔ وہ پہلے سے ہمارے آمد کے انتظار میں تھے ۔ کئی کئی راتوں کی بےخوابی اور مسلسل جہادی ودیگر مشاغل کیوجہ سے ملاقات کے وقت ان کی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں ۔ معلوم ہوا کہ بظاہر یہ سیدھے سادھے طالبان ، فرنگی اور لادینی سیاست سے ناواقف بوریہ نشین

طبقہ کے قائدین اور راہنما دن تو کیا کہ ساری ساری رات آپسمیں مل بیٹھ کر ملک میں امن وامان کے قیام، معاشی بحالی، اسلامی نظام کے ترویج اور مختلف محاذوں پر حالات جنگ کے بارے میں سرجوڑکر مشورے اور اہم فیصلے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ دن کو آرام کا وقت اور نہ رات کو۔ دوران گفتگو چائے پینے کا سلسلہ جاری رہا۔ وزیر موصوف نے افغانستان میں طالبان کے طرف نظام تعلیم کے بحالی پر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی۔ مکمل اعدادوشمار کے حوالے سے انہوں نے ملک کے یونیورسٹیوں اور مکاتب ومعاهد میں زیر تدریس طلباء کی تعداد بتاکر لادینی عناصر اور طالبان دشمن حکومتوں کے ان بے بنیاد افواہوں کی پرزور تردید کی، کہ طالبان کے آمد کے بعد ان کے مملکت میں تعلیم کا نظام معطل ہوچکا ہے۔ عورتوں کے تعلیمی اداروں کے بندش پر انہوں نے کہا کہ ہم اس صنف کو تعلیم کے روشنی سے بے خبر اور جاہل رکھنے کے قطعاً مخالف ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی نہیں چاہتے کہ اسلامی معاشرہ اور مذہب سے وابستہ مستورات مغربی مخلوط طرز تعلیم (جو اخلاقیات شرافت، حیاء اور عزت سے عاری نظام ہے) اپناکر مردوزن کی تمیز ختم کریں۔ انہوں نے اس عزم اور طالبان گورنمنٹ کے فیصلے کا اظہار کیا کہ حالت جنگ اور دشمنوں کے سازشوں سے ذرا مہلت اور مالی وسائل دستیاب ہونے پر طالبات کیلئے الگ مدارس، معاهد قائم کرکے پورے ملک میں اس صنف نازک کو دینی ودنیوی علوم سے آراستہ کرنے کیلئے ایک جال بچھایا جائیگا۔ اسی حوالہ سے انہوں نے بعض ایسے علاقوں کا بھی ذکر کیا جہاں کافی عرصہ سے امن وامان قائم ہوچکا ہے وہاں باقاعدہ طور پر مستورات کیلئے تعلیمی ادارے قائم ہوکر زور وشور سے تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع ہے وفد میں شامل حضرات کے قلوب میں دشمن کے معاندانہ خبروں کیوجہ سے جو جذبات تھے مولوی صاحب نے دلائل کی روشنی میں ہرایک کو تفصیلی طور پر جواب دیکر مطمئن کردیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر مولانا غیاث الدین صاحب کے معیت میں اس تاریخی اور شاہی محل پر سرسری نظر ڈالنے کیلئے بلڈنگ کے بعض حصوں کے طرف گئے۔ اس عمارت پر کئی ادوار گزرے۔ گرم وسرد حالات سے دوچار ہوا۔ افغانستان کے اس بلندوبالا تعمیر کو اقتدار، عظمت اور هیبت کانشان سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کے مکین عرصہ دراز تک ایک وسیع خطے پر پھیلے ہوئے ملک کے مسلمانوں کے سیاہ وسفید کے مالک اور ان پر حکمرانی کا حق ادا کرتے رہے۔ ملک کے کسی غریب باشندے کا یہاں داخلہ تو دور کی بات اس کے قرب وجوار سے گزرنا بھی ممنوع تھا۔ باوجود ہزاروں نقائص کے جب تک ان بادشاہوں اور حکمرانوں نے افغان قوم کے مذہب وعقیدہ کو نہ چھیڑا۔ وہ اپنے رسم ورواج اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے حق حکمرانی کو تسلیم کرتے رہے۔ مگر جب رعایا کو معلوم ہوا کہ اس رعب ودبدبہ اور شان وشوکت والے محل کے نشۂ اقتدار میں مست حاکموں نے ان کے

دین ومذہب کو مٹانے کا عزم کرلیا ہے تو مردانہ وار اٹھ کر نہ صرف ان کو بلکہ ان کے سرپرستوں کو بھی دنیا کے نقشہ سے مٹادیا ۔ وہی شاہی محل طالبان کے قبضہ میں آنے کے بعد مرجع عام وخاص ہے ۔ نہ وہ شاھانہ ٹھاٹ باٹ اور نہ قدم قدم پر رکاوٹیں ۔ اس کے مختلف حصوں میں طالبان وزراء اور کارندے فقیرانہ انداز میں فرش پر بیٹھ کر اپنے فرائض منصبی ادا کررہے ہیں ۔ وسیع وعریض قطعے پر پھیلے ہوئے اس محل کے کئی عمارات بھی افغانستان کے طویل جنگ کے بربادی سے محفوظ نہ رہ سکے ۔ چھتوں ، دیواروں میں لاتعداد بموں ، راکٹوں ، میزائلوں کے نشانات ، کھنڈرات اور توڑپھوڑ اپنے بربادی کے گواہ ہیں ۔

وزیر تعلیم کے رہائش گاہ کے قریب ہی افغان سٹیٹ بینک کے گورنر مولانا احسان اللہ صاحب کی رہائش گاہ تھی ۔ مولانا مذکورہ طالبان تحریک کے ابتداء ہی سے چند ان گنے چنے مجاہدین میں شامل تھے ، جنہوں نے اللہ کا نام لیکر حضرت مولانا محمد عمر صاحب کے سرپرستی میں تحریک کی بنیاد رکھی ۔ روز اول سے جون ۱۹۹۷ء میں مزارشریف میں گمشدگی تک مسلسل جہاد کے سلسلہ میں مصروف عمل رہے ۔ ایک لمحہ کے لیے چین سے نہ بیٹھے ۔ ان کے ملاقات کیلئے ساتھی بے چین تھے ۔ ملاقات کے ابتداء ہی میں ان کو اپنے پروگرام سے آگاہ کردیا کہ کچھ دیر بات چیت کرکے ہمیں جمعۃ المبارک کی نماز سے پہلے جلال آباد اور پھر پشاور کیلئے روانہ ہونا ہے ۔ وہ چونکہ کئی دفعہ اکوڑہ خٹک جامعہ حقانیہ کے مہتمم صاحب ، اساتذہ کرام وطلباء سے ملنے اور بعض تقاریب میں شرکت کیلئے تشریف لاچکے تھے اور ایسا تعلق اور للھی رشتہ قائم ہوچکا تھا کہ وہ کسی صورت پر اسی دن ہمیں واپسی کی اجازت دینے پر آمادہ نہ تھے ۔ مگر ہمارے مشاغل اور باربار اصرار کے پیش نظر انہوں نے یہ شرط رکھی کہ کھانا ان کے ساتھ کھانے کے بعد۔جمعہ کی نماز کابل کی تاریخی جامع مسجد پل خشتی میں ہم پڑھاکر رخصت ہوجائیں ۔ ان کے اس اخلاص بھرے خواہش اور دعوت کو قبول کرکے افغانستان کے حالات و واقعات پر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا ۔

طالبان تحریک میں شامل ہر طالب ومجاہد کو قریب سے دیکھنے اور ہم کلام ہونے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے افغان قوم کے طویل ترین مشکلات ، بدامنی ، بے راہ روی اور خانہ جنگی کے ازالہ کیلئے امداد غیبی کے طور پر ایک ایسے جماعت کا انتخاب فرمادیا ، جن کے ہر ہرفرد کے قلب تقویٰ ، اخلاص ، دیانت اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے بہترین اوصاف سے منور تھے ۔ اللہ کی طرف سے منتخب کردہ ان افراد میں ایک اہم شخصیت مولانا احسان اللہ کے نام سے معروف ومشہور تھی ۔ اللہ نے فہم وادراک ، فصاحت وبلاغت ، بلا کا حافظہ اور مخالف کو دلائل کے ہتھیار سے زیر کرنے کا

زبردست ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس تحریک کا شدید ترین مخالف بھی ان کے ساتھ کچھ دیر کیلئے بیٹھ کر اپنے نظریات اور افکار پر نظرثانی کیلئے مجبور ہوجاتا۔ اس ملاقات میں بھی جہاد افغانستان سمیت طالبان تحریک، عالم اسلام کو درپیش مسائل معاندین کے زہریلے پراپیگنڈے کے جوابات جیسے موضوعات پر انتہائی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مجلس میں موجود تمام سامعین مولانا احسان اللہ کے عالمی سیاست پر بالغ نظری، بلندارادوں، اعلیٰ وارفع سوچ وتدبر کو دیکھ کر حیرت میں پڑگئے اور یقین کامل ہوا کہ اگر اسلامی نظام کے احیاء کیلئے اٹھنے والے جماعتوں کو چند بھی ایسے مخلص اور اللہ کے دین کیلئے سب کچھ داؤ پر لگانے والے راہنما میسر ہوجائیں تو دنیا کی بڑی سی بڑی طاقت بھی ان کے عزم کے سامنے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ قریباً بارہ بج چکے تھے پل خشتی کے جامع مسجد جمعہ پڑھانے کیلئے بھی جانا تھا، اسی جگہ فرش پر کھانا بچھاکر شرکاء بمع میزبان دسترخوان کے گرد بیٹھ گئے۔ سادہ کھانا، آلو میں پانی ڈالکر شوربا اور دوچار چھوٹے پلیٹوں میں ٹماٹر وغیرہ کاٹ کر سلاد تیار کیا گیا۔ گلاسوں میں دیہاتی کھٹی لسی جسمیں زیادہ تر پانی ہوتا ہے اور اس کا استعمال افغانستان میں عام ہے، یہ افغانستان کے ایوان صدر کا ظہرانہ تھا۔ مولانا احسان اللہ نے طالبان حکومت اور اس کے قائدین وزراء کے کفایت شعاری اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ دو رات قبل اسی جگہ افغان حکومت کے کابینہ کا ایک اجلاس رات دو بجے تک جاری رہا، اجلاس کے اختتام پر جب کھانے کے تلاش میں قاصد بازار گیا تو دیر ہونے کی وجہ سے تندور وغیرہ بند ہوچکے تھے تو اسی مکان کے اردگرد وزراء وعمال کے مکانات میں ظہر کی بچی ہوئی سوکھی روٹیاں جمع کرکے کابینہ کے ارکان نے اسی کے کھانے پر اکتفاء کیا۔ یہ ہے حقیقی اسلامی سلطنت میں شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی ایک جھلک۔ اگر اسی سادگی کو اختیار کرکے اسراف وخودنمائی سے بچاجائے تو پاکستان ودیگر اسلامی مملکتیں بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر کاسہ گدائی کو کفار کے سامنے پھیلانے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اب ہم کابل شہر میں اپنی آخری منزل جامع مسجد کے طرف روانہ ہوئے۔ مجھے مولانا احسان اللہ نے اپنے ساتھ گاڑی میں بیٹھایا۔ مسجد کے دروازہ پر نائب خطیب مولانا عبدالرب اخونزادہ فاضل حقانیہ بمع ساتھیوں کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ اکثروبیشتر یہاں جمعہ کا خطبہ اور نماز کے ادائیگی کے فرائض مولانا احسان اللہ ہی ادا کرتے رہتے ہیں۔ اذان ہوچکی تھی، مسجد میں داخلہ کے بعد چھت اور گنبد پر نظر ڈالتے ہوئے یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ افغانستان کو روسی استعمار سے نجات دلانے کے دعویدار لیڈروں نے کابل کو حاصل کرنے کیلئے بے دریغ گولہ باری اور تباہی پھیلاتے وقت مسجد کے تقدس کا بھی خیال نہ کیا۔ چھت اور گنبد کئی جگہ سے حملوں کی زد میں آکر

ٹوٹ چکا ہے ۔ مولانا احسان اللہ نے پہلے منبر پر بیٹھ کر سامعین کے سامنے وفد کے ارکان کا خیرمقدم ، تعارف ، جہاد افغانستان وطالبان کے جدوجہد میں حقانیہ اور اس کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے حصے کا ذکر کرنے کے بعد زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کرکے مجھے تقریر کرنے کی دعوت دی ۔

اپنے معروضات پیش کرتے ہوئے میں نے عظیم جہاد کے دوران مسلمانان افغانستان اور ان کے بعد اقتدار کی رسہ کشی کو ختم کرنے کے لیے طبقہ طالبان نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے پاکستان کے نیک دل مسلمانوں کے طرف سے بالعموم اور مشہور دینی یونیورسٹی جامعہ حقانیہ کے منتظمین طلباء واساتذہ کے طرف سے خصوصیت کے ساتھ خراج تحسین پیش کرنے کے بعد اسلام کے متوالوں کو فتوحات پر مبارکباد دی ۔ اس نوزائیدہ اسلامی ملک میں تین روزہ دورے میں شریعت مطہرہ کے نفاذ کی بدولت جو امن وسکون اور" ان الحکم الا اللہ " کا جو عملی مظاہرہ دیکھا اس کے بارے میں اپنے اور ساتھیوں کے احساسات و جذبات سے نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کو آگاہ کیا ۔ افغانسان میں نافذ احکام شرعیہ کا موازنہ دیگر برائے نام اسلامی ملکوں سے کرکے میں نے اس آرزو کا اظہار کیا کہ اگر طالبان حکومت کی تقلید کرتے ہوئے چالیس سے زیادہ مسلم حکومتیں جن میں اکثر وبیشتر لادینیت ۔ دہشت گردی ۔ بدامنی ۔ لوٹ کھسوٹ کا شکار ہیں ۔ حقیقی اسلامی نظام جاری کردیں تو یہ ممالک بھی امن وسکون اور سلامتی کا گہوارہ بن کے پورے عالم کفر کے مقابلہ میں ایک بار پھر عظیم طاقت کی حیثیت سے اپنے آپ کو منواسکتے ہیں ۔ تقریر کے دوران ریڈیو کابل کے اہلکار اپنے آلات سمیت مسجد کے باہر پہونچ کر پروگرام کو ریکارڈ کرتے رہے ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی دن شام کے بعد ریڈیو کابل سے ان تقاریر کو پورے ملک میں نشر کردیا گیا ۔ میرے تقریر کے بعد حضرت مولانا احسان اللہ نے استاذی ومحترمی حضرت مولانا سید شیر علی شاہ کو منبر پر بلاکر خطاب کی دعوت دی ۔ حضرت مولانا نے بھی تفصیل سے جہاد افغانستان کے دوران اور پھر موجودہ تحریک میں طالبان کی قربانیوں کا ذکر کرکے پرجوش الفاظ میں ان کو داد تحسین دی ۔ انہوں نے فرمایا کہ طالبان جہاد دنیا کے خطے پر واحد تحریک ہے کہ ان کی امداد امریکہ ۔ روس سمیت دنیا کا کوئی ملک نہیں کررہا ہے ۔ یہ دلیل ان کے حقانیت کی ہے کہ ان کے اسلامی جذبہ کیوجہ سے " الکفرملۃ واحدہ " کے پیش نظر دنیا کے ہردو اسلام دشمن طاقتیں ان کی مخالفت کرکے ان کے خوف سے دنیا کا کوئی ملک امداد تو کیا کہ ان کے وجود تک کو ماننے کیلئے تیار نہیں ۔

جمعہ کے خطبہ اور امامت کے فرائض جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم نے ادا کر کے نماز سے فراغت کے بعد انتہائی تضرع اور عاجزی سے مخصوص انداز میں طالبان حکومت کے مزید کامیابیوں اور ملت مسلمہ کے اتحاد کیلئے دعوات کیے۔

روانگی کے لیے گاڑیاں مسجد کے باہر پہونچ چکی تھیں۔ حضرت مولانا احسان اللہ اور وہاں پر موجود کئی طالبان راہنماؤں نے افغانستان کے دورہ کرنے پر وفد میں شامل ارکان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہمیں الوداع کہا۔ حضرت مولانا احمدجان حقانی مصر تھے کہ اپنے ساتھیوں سمیت کابل کے حدود سے باہر تک رخصت کرنے کیلئے جاؤنگا۔ چنانچہ شہر کے آخری سرے پر قائم چوکی تک مولانا صاحب موصوف ساتھ رہے۔ وہاں سے اجازت لیکر ہم جلال آباد کے طرف روانہ ہوئے۔ ارادہ یہی تھا کہ مغرب سے پہلے جلال آباد پہونچ کر وہاں کے بعض طالبان راہنما جن سے کابل جاتے ہوئے ان کی غیرموجودگی کیوجہ سے ملاقاتیں نہ ہو سکی مل کر ہفتہ کے صبح صبح پشاور روانگی کیجائے۔ مگر کابل شہر سے قریباً ڈھائی بجہ روانگی اور پھر سڑک کی مکمل زبوں حالی کیوجہ سے بمشکل رات جلال آباد میں نو بجے کرفیو کے نفاذ اور ذرائع نقل وحرکت کے بندش سے صرف پانچ منٹ قبل حکومتی مہمان خانہ پہونچ سکے۔

نائب گورنر صوبہ ننگرہار مولانا صدراعظم حقانی کو فون پر ہمارے آمد کی اطلاع مہمان خانہ میں موجود کارندوں نے کردی۔ پندرہ منٹ بعد تشریف لاکر انہوں نے مہمانوں کے آرام وتواضع کے انتظام مکمل کروالیے۔ جمعہ کا دن چونکہ وفد کا مصروف ترین اور تھکادینے والا دن تھا۔ یہاں پہونچ کر مہمان خانہ میں موجود طلباء کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اسی دن جمعہ کے نماز کے دوران کیئے گئے ہمارے تقاریر کو ریڈیو کے ذریعے پورے افغانستان میں نشر کردیا گیا۔ کچھ دیر بات چیت اور نماز عشاء کی ادائیگی میں گزار کر تمام ساتھی استراحت کیلئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ صبح آٹھ کر نماز کے فوراً بعد ناشتہ تیار تھا فراغت کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر پشاور روانہ ہوئے۔ روانگی کے موقع پر نائب گورنر سمیت کئی اعلیٰ عہدیدار اور طالبان کے راہنما رخصت کرنے کیلئے موجود تھے۔ قریباً دن کے ایک بجہ پشاور طالبان کے ھیڈکوارٹر پہونچ کر یہیں سے تمام ساتھی روئے زمین پر موجود ایک حقیقی اسلامی حکومت کی خوشگوار اور روح کو جلا دینے والے تاثرات اپنے ساتھ لیکر اپنے اپنے مستقر کے طرف روانہ ہوگئے۔

(XXXXXXXXXXXXXX)

تحریر :۔ حافظ محمد طاہر محمود اشرفی صاحب

حرکت الانصار پر پابندی کیوں ؟

گذشتہ چند روز امریکہ کی وزرات خارجہ کا یہ بیان پوری ملت اسلامیہ کے لیے بالعموم اور پاکستان ہندوستان اور کشمیر کی عوام کے لیے بالخصوص تشویش کا سبب بنا ہوا ہے، کہ جس میں مقبوضہ کشمیر کے اندر بھارتی جارحیت کے خلاف آواز بلند کرنے والے مجاہدین کی تنظیم حرکت الانصار کو امریکہ نے دہشت گرد قرار دے کر اس پر پابندی لگانے کا اعلان کیا ہے۔ امریکہ کے اس علان میں حرکت الانصار کے علاوہ فلسطین کے مجاہدین کی تنظیم حماس اور دیگر اسلامی ممالک میں پرچم اسلام بلند کرنے والی تنظیموں کے نام شامل ہیں، لیکن اس وقت راقم الحروف صرف اور صرف حرکت الانصار پر پابندی لگانے کی وجوہات اور اس کے نقصان پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔
حرکت الانصار پاکستان اور مقبوضہ کشمیر کے نوجوان مجاہدین پر مشتمل ایک ایسا قافلہ ہے جو روسی استعمار کی افغانستان میں مداخلت کے خلاف برسرپیکار تھا اوراس کے بعد مقبوضہ کشمیر کے اندر بھارتی درندوں کے ہاتھوں مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت کی حفاظت کے لیے برسرپیکار ہے اور بلاشبہ اس بات سے کسی صورت انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ حرکت الانصار ہی مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہے جس کا اعتراف آل پارٹیز حرکت کانفرنس کے سربراہ میرواعظ عمرفاروق متعدد مرتبہ کرچکے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے بچے، بوڑھے، جوان اور خواتین ان مجاہدین کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوتے ہیں مگر ان مجاہدین نے ہمیشہ عزیمت کا راستہ اپنایا ہے اور کشمیریوں کی امداد لینے کی بجائے جنگلات کے پتے کھاکر غاصب ہندو کے خلاف جہاد کیا ہے۔ یہ مجاہدین اپنے گھروں کی آسائشوں کو چھوڑ کر نرم وگداز بستر چھوڑ کر اللہ کے دین کی سربلندی اور اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کے لیے ہمہ وقت سربکف رہتے ہیں۔
مقبوضہ کشمیر کے ہندو غاصب سے آزادی کے راستے میں شہادت ان کا ہدف اول ہے اور امریکہ ہو یا کوئی اور اس بات سے قطعاً انکار نہیں کرسکتا ہے کہ حرکت الانصار نے مقبوضہ کشمیر کے اندر کبھی انڈین آرمی کے علاوہ کسی کو نشانہ نہیں بنایا۔ کیا سات لاکھ آرمی کا مقابلہ کرنے والے یہ خدائی شیر پورے ہندوستان کے اندر آگ نہیں لگاسکتے مگر بے گناہ لوگوں، بچوں اور عورتوں کو

مارنا مجاہدین کا ہدف نہیں ہوتا اور تو اور ہندوستان آرمی اور امریکی سی آئی اے یہ بات ہی ثابت کردیں کہ کبھی کسی مجاہد نے انڈین آرمی کے اہلکاروں کی خواتین یا بچوں پر حملہ کیا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کیا بنیاد ہے جس کی بنا پر امریکہ اور اس کے حواری حرکت الانصار پر پابندی لگاکر خوشی سے ناچ رہے ہیں، کن وجوہات کی بناء پر امریکہ نے یہ قدم اٹھایا ہے اور ایک اطلاع کے مطابق حکومت پاکستان بھی حرکت الانصار کے دفاتر بند کررہی ہے۔

یہ سب کچھ کرکے ہم کس سے حق وفاداری نبھارہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ کرکے ہم اپنے ملک سے غداری تو نہیں کررہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مظلوموں کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں حرکت الانصار پر پابندی لگادی جائے اور امریکی آقاؤں کا حکم تسلیم کرکے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کردیا جائے۔ یہاں پر میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی چاہتا ہوں کہ چند سال قبل مقبوضہ کشمیر کے اندر پانچ مغربی سیاحوں کو اغوا کیا گیا۔ ان کے اغوا کی ذمہ داری الفاران نامی تنظیم نے قبول کرلی اور متعدد تنظیموں کے گرفتار رہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ان میں حرکت الانصار کے ایک اہم رہنما اور نوجوان مجاہدین کے دلوں کی دھڑکن مولانا محمد مسعود اظہر بھی تھے۔ جو ہندوستان کی بربریت اور جارحیت کا شکار ہوئے ہیں۔ مولانا محمد مسعود اظہر پاکستان کے بے باک صحافی ہیں خطرات سے کھیل کر مظلوم مسلمانوں کے احوال عالم اسلام کے سامنے لانا ان کا شغل تھا۔ ظلم خواہ صومالیہ کے مسلمانوں پہ ہورہا ہو یا کشمیر کے مسلمانوں پر مولانا محمد مسعود اظہر اس ظلم کو اپنے جسم پر ہی تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب صومالیہ کے اندر امریکی فوجیوں نے صومالیہ پر ظلم وتشدد کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا محمد مسعود اظہر پاکستان سے صحافیوں کی ایک ٹیم لے کر صومالیہ پہنچے اور صومالیہ کے مسلمانوں کے حالات کو پورے عالم کے سامنے لے کر آئے، اس طرح مولانا مسعود اظہر باقاعدہ طور پر ویزہ لے کر بھارت گئے اور دہلی سے سرینگر تک کا سفر انہوں نے ہوائی جہاز سے کیا، مگر جب مسعود اظہر مقبوضہ کشمیر پہنچے تو ان کو انڈین آرمی نے گرفتار کرکے ان پر دہشت گردی کرنے کا الزام عائد کردیا۔ طویل عرصہ سے محمد مسعود اظہر ہندوستان جیلوں میں ہندو درندوں کے ظلم وستم برداشت کررہے ہیں۔ محمد مسعود اظہر کا ذکر کئے بغیر حرکت الانصار کی جدوجہد کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں پر محمد مسعود اظہر کا ذکر کرنا نہ صرف ضروری تھا بلکہ الفاران کی طرف سے محمد مسعود اظہر کا نام ان قیدیوں کے ساتھ شامل کرنا جن کی وہ رہائی چاہتے تھے کی وجہ بتلانا بھی مقصود تھی۔

بعد میں الفاران کے مختلف مطالبات سامنے آتے رہے اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب عالمی میڈیا نے چیخنا چلانا شروع کردیا کہ الفاران نے جن سیاحوں کو اغوا کیا تھا وہ قتل کردیئے گئے۔ وہ کہاں روپوش ہوگئے۔ یہ بات آج تک منظر عام پر نہیں آسکی ہے۔ ہندوستان اور مغربی دنیا نے شروع دن سے لے کر آج تک ان سیاحوں کے اغوا کی ذمہ داری حرکت الانصار پر ڈالنی چاہی ہے مگر مغربی دنیا اور ہندوستان اس پر آج تک کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکے ہیں۔ اگر مولانا مسعوداظہر دہشت گرد تھے تو ان کو ہندوستان نے ویزہ کیوں دیا۔ جبکہ دوسری طرف ہندوستان آرمی کی طرف سے روزانہ سینکڑوں کشمیریوں کو بے دردی سے شہید کیا جانا کشمیری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی اجتماعی آبرو ریزی کے ھزاروں واقعات تھے۔ نہتے کشمیریوں پر گولیاں برسانا اسرائیلی آرمی کا فلسطینی مسلمانوں کے گھروں کو گرانا ہزاروں فلسطینی نوجوانوں کو ٹارچر سیلوں میں رکھنا۔ اور سب سے بڑا جرم یہ کہ قبلہ اول کے اندر نماز پڑھنے والے فلسطینیوں پر گولیاں چلانا۔ اسرائیلی طیاروں کا لبنان کی سڑکوں اور بازاروں پر گولے پھنکنا خود امریکہ کا خلیج کی جنگ کے نام پر عراقی عوام کا قتل عام کرنا امریکی آرمی کا خلیج میں ڈیرے ڈالنا لیبیا اور سوڈان پر بے جا پابندیاں لگانا اور اپنے غلام مسلم دنیا کے حاکموں سے اسلام اور جہاد کا نام لینے والے مجاہدین کو پھانسی کے تختہ تک پہنچانا جس کے ثبوت کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ دہشت گردی نہیں ہے اور تو اور خود پاکستان کے F 16 طیاروں کے پیسے واپس نہ کرنا اور نہ ہی طیارے دینا بدمعاشی نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ معلوم ہمارے حکمرانوں کو ہوش کب آئے گی اور حقیقت حال میں مغربی دنیا خصوصاً امریکہ اور ہندوستان نے ان سیاحوں کے اغوا کی ذمہ داری حرکت الانصار پر کیوں ڈالی۔ اس کی وجہ ہندوستان سمیت پورے عالم کفر کو یہ نظر آرہا تھا کہ حرکت الانصار کے نوجوان ہی عزم شہادت لے کر میدان میں نکلے ہوئے ہیں اور ان کی موجودگی میں کفر جہاں بھی جارحیت کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کے مقابلے میں اگر کوئی قوت آئے گی تو وہ حرکت الانصار کے ہی مجاہدین ہوں گے۔ اگر حرکت الانصار پر پابندی لگانے کی وجہ الفاران کی طرف سے حرکت کے مقبوضہ کشمیر کے اندر جیلوں میں موجود قائدین کی رہائی کا مطالبہ تھا تو الفاران نے جاوید میر، شیر شاہ اور کئی دیگر جماعتوں کے قائدین کی رہائی کا بھی مطالبہ کیا تھا ان پر یہ پابندی کیوں نہیں لگائی گئی ہے۔

حرکت الانصار۔ حماس۔ (جماعت اسلامیہ مصر)۔ حزب اللہ اور دیگر جہادی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دیا جانا ان تحریکوں کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مخلص ہونے کی دلیل ہے۔ کسی چیز پر پابندی اس وقت لگائی جاتی ہے جب اس کے پھیلاؤ کا خوف پیدا ہوجائے اور امریکہ اس بات

سے خوف زدہ ہے کہ اگر اسلام اور جہاد کا نام لے کر جدوجہد کرنے والی یہ تحریکیں اسی طرح کفر کو شکست دے کر آگئے بڑھتی رہیں تو پھر امریکہ پر کفر کا تسلط زیادہ دیر باقی نہ رہے گا۔ امریکہ اور اس کے حواری چاہے کچھ بھی کرلیں وہ حرکت الانصار حماس جماعت اسلامیہ (مصر) حزب اللہ اور دیگر جہادی تحریکوں پر پابندی لگادیں اسامہ بن لادن، برادرم فضل الرحمن خلیل، مولانا سعادت اللہ کو دہشت گردوں کا قائد قرار دے دیں اس سے کچھ فرق نہیں پڑھتا ہے۔ امریکہ میں اسلام شب وروز پھیل رہا ہے جذبہ جہاد بیدار ہورہا ہے ہزاروں نہیں لاکھوں اسامہ بن لادن، فضل الرحمن خلیل اور مولانا سعادت اللہ موجودہ ہیں۔ ہر مسلمان گھرانہ حرکت الانصار حماس جماعت اسلامیہ مصر کا نمائندہ ہے امریکی حکمران اگر واقعی اپنی بقاء چاہتے ہیں تو وہ اعتدال کا راستہ اپنائیں۔ انتہا کا راستہ ان کے اقتدار کو طوالت نہیں زوال بخشے گا۔ ان کو یہ بات محسوس کرلینی چاہئے کہ اگلی صدی اسلام کی صدی ہے اور اسلام کو پھیلنے سے نہیں روکا جاسکتا ہے۔ آخر میں ایک بات کی مزید وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر حکمرانوں کے ذہنوں کے کسی گوشے میں یہ بات موجود ہے کہ وہ حرکت الانصار کے دفاتر پر چھاپے مارکر یا حرکت کی قیادت کو امریکہ کے سامنے تحفے کے طور پر پیش کرکے امریکہ آقاؤں کے سامنے سرخرو ہوکر اپنے اقتدار کو طوالت دے لیں گے تو میں یہ حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حرکت الانصار ایک منظم تحریک ہے۔ حرکت کی قائدین نہ تو عامل کانسی ہیں اور نہ ہی یوسف رمزی حکومت نے حرکت کے اسلام آباد کے دفتر پر چھاپہ مارکر یہ بات محسوس کرہی لی ہوگی کہ حکومت کے اس قدم کے خلاف ملک کی تمام مذہبی تحریکیں حکومت کے خلاف مزاحمت پر اترنے کے لیے تیار ہیں اور اگر حکومت نے کوئی ایسا قدم اٹھایا تو اس کے نتائج کتنے خوفناک ہوسکتے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوگا۔ اس لیے امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کی بجائے حکمرانوں کو ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی۔ اور پاکستانی قوم احسان فراموش نہیں ہے کہ اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والوں کو حکمرانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دے اس لئے حرکت پر پاکستان میں پابندی لگانے کی باتیں کرنے والوں کو سوچ لینا چاہیے کہ ذاتی مفادات کے لئے قومی مفادات کو قربان کرنے والوں کو قومیں کبھی معاف نہیں کیا کرتی ہیں۔ حرکت پر پاکستان میں پابندی نہ ہی لگائی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی حکمران کو اپنی طاقت کے نشے میں اس قسم کا قدم اٹھانا چاہیے۔

%.

امجد عباسی صاحب

الجزائر: ظلم کا سلسلہ کب تک؟

امت مسلمہ کا یہ کیسا المیہ ہے کہ اس کا ایک عضو اذیت اور تعذیب کا شکار ہو (اپنوں ہی کے ہاتھوں) اور امت کے باقی اعضا آرام واطمینان سے ہوں! الجزائر میں بے گناہ شہریوں کو ذبح کر کے ہلاک کرنے کے روح فرساواقعات اتنے تسلسل سے اخبارات میں شائع ہورہے ہیں کہ پڑھنے والوں کا احساس بھی کند ہوگیا ہے۔ یہ بات اب ثابت ہوچکی ہے کہ یہ کاروائی کرنے والے درحقیقت سرکاری ایجنسیوں کے افراد ہیں۔ فوجی کیمپوں کے پڑوس کی آبادیوں میں کاروائی ہوتی ہے، کوئی پکڑا بھی نہیں جاتا اور فوجیوں کے سامان میں نقلی ڈاڑھیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ الجزائر کے تعذیب خانوں میں اسلام کا نام لینے والے بے گناہ مردوں اور عورتوں پر ظلم کے جو پہاٹ توڑے جارہے ہیں وہ ایک الگ کہانی ہے۔ اس کی تفصیلات پہلی بار مستند طور پر برطانیہ کے اخبار انڈی پنڈنٹ (۳۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء) میں رابرٹ فسک (Robert Fisk) سامنے لایا ہے۔ کاش یہ خصوصی اسٹوری (Scoop) کوئی پاکستانی صحافی لاتا!

تفصیلات رونگٹے کھڑے کردینے والی ہیں۔ بیان کا یارا نہیں۔ خاتون پولیس کی ۳۰ سالہ دلیلہ خود ٹارچر کرنے میں شریک رہی ہے۔ اس کے دل میں ہمدردی کی کوئی رمق جاگی تو اس نے "گینگرین" کے شکار ایک ۵۵ سالہ مظلوم کو کچھ پنسلین فراہم کردی۔ اس جرم میں اس کے خلاف کاروائی کا آغاز ہوا تو وہ بچتی بچاتی، لندن پہنچی۔ اب وہ ڈراؤنے خواب دیکھتی ہے ار ماہر نفسیات کے زیرعلاج ہے۔ دلیلہ کا کہنا ہے: "وہ ٹارچر کرتے تھے۔ میں دیکھتی تھی۔ معصوم نوجوانوں کو جنگلی جانواروں کی طرح ٹارچر کیا جاتا تھا۔ میں کیا کرتی، میں نے خود یہ ٹارچر سیشن دیکھے۔ وہ لوگوں کو رات ۱۱ بجے قتل کرتے تھے، جن کا کوئی قصور نہ تھا۔ جنھوں نے کسی کا کچھ نہ بگاڑا ہوتا۔ ان کے مخالف بس یہ اطلاع دیتے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہے اور اس شخص کو گرفتار کر کے اذیتیں دے کر ہلاک کردیا جاتا ہے"۔ وہ کہتی ہے کہ اس نے خود کئی ماہ تک روزانہ ۱۲ کے حساب سے، ایک ہزار افراد کو ٹارچر کا شکار ہوتے دیکھا۔ کاروائی صبح ۱۰ بجے شروع ہوتی اور رات ۱۱ بجے تک شفٹوں میں جاری رہتی تھی۔ دلیلہ بتاتی ہے کہ میں نے ایک دفعہ افسر بالا حامد سے احتجاج کی کوشش کی:

" آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئیے ،وہ بھی مسلمان ہیں ۔ مارنے سے پہلے کوئی ثبوت تو ہونا چاہئیے !" اس نے جواب دیا: " لڑکی ! پولیس میں تمھارا کام نہیں ہے ۔ جس پر بھی شبہ ہو اسے ماردو ۔ اسی طرح تمھارا پروموشن ہوگا " ۔ دلیلہ نے فسک کو بتایا کہ Cavignac پولیس اسٹیشن کے تعذیب خانے میں روزانہ دس بارہ افراد ہلاک ہوجاتے تھے ۔ وہ پکارتے تھے کہ " اللہ کے لیے ،ہم نے کچھ نہیں کیا ۔ ہم سب ایک ہیں ۔ تمھاری طرح مسلمان ہیں " لیکن جلادوں پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا ۔ انھیں نیم عریاں یا عریاں کرکے ٹکٹکی پر باندھ کر ناقابل بیان اذیت دی جاتی تھی ۔ منہ میں پانی کا پائپ باندھ کر اتنا پانی بھرنا کہ پیٹ پھٹ جائے ، خواہ ہلاکت واقع ہوجائے ، پسندیدہ ٹارچر تھا ۔ کہتے تھے کہ دستخط کرو کہ تم نے فلاں فلاں کو قتل کیا ہے ۔ بعض قیدیوں کے داڑھی ہوتی تھی ، بعض کے نہیں بھی ہوتی تھی ۔ دو دن میں ایک دفعہ روٹی دی جاتی تھی ۔ پولیس کا اعلیٰ افسر حکم دیتا کہ ان کی " مہمان داری " کی جائے اور ٹارچر کا عمل شروع ہوجاتا تھا ۔

دلیلہ نے بتایا کہ خواتین قیدیوں کو Chateanuet پولیس اسٹیشن کے ایک خاص حصے میں لے جایا جاتا جسے " جرائم کے خاتمے کی قومی تنظیم " کا نام دیا گیا تھا ۔ یہاں خفیہ پولیس والے صرف خصوصی پاس پر داخلے کی اجازت دیتے تھے ۔ بڑے افسر ہی یہاں جاپاتے تھے ۔ بالآخر یہاں بھی قتل کیا جاتا تھا ۔ فسک لکھتا ہے کہ اینڈپنڈنٹ نے شہادتیں جمع کی ہیں ۔ کہ الجزائر میں فوج کی حمایت سے قائم حکومت کی پولیس نے تقریباً بارہ ہزار شہریوں کو گھروں سے اٹھاکر غائب کردیا ہے ۔ سکیورٹی فورس کے کچھ لوگوں نے برطانیہ میں پناہ لیکر واقعات بیان کئے ہیں ۔ کہ کس طرح سرکاری سرپرستی میں بڑے پیمانے پر ٹارچر کی کاروائیاں (Mass torture) چار سال سے جاری ہے ۔ ناخن اکھاڑے جارہے ہیں ، تیزاب بھرے کپڑوں سے دم گھوٹا جارہا ہے ، پیٹ میں پانی بھرا جارہا ہے ، خواتین کو گینگ ریپ کا شکار بنایا جارہا ہے ۔ جب کوئی " غائب " (Disappeared) کردیا جاتا ہے تو اس کے رشتہ دار دو ، تین ماہ پولیس اسٹیشن کے چکر کاٹتے ہیں ۔ اور پھر صبر کرلیتے ہیں ۔ اور جان لیتے ہیں کہ ان کا عزیز انسانی حقوق کے علمبردار ، مہذب ، مغرب کی حمایت سے قائم فوجی حکومت کی نظر ہوگیا ہے ۔ یک تیس سالہ فوجی کا بیان ہے کہ اس نے ایک قتل گاہ میں افسروں کو " اسلامسٹ " قیدیوں کی ٹانگوں اور پیٹ میں ڈرل کے ذریعے سوراخ کرتے دیکھا ۔ انسپکٹر عبدالسلام جو ائیرپورٹ کے قریب دارلبیدہ پولیس اسٹیشن کا انچارج تھا ، بتاتا ہے کہ " قیدیوں کو تیزاب پینے پر مجبور کیا جاتا تھا یا چہرے پر کپڑا ڈال کر تیزب چھڑک دیا جاتا تھا ۔ "

۲۶ سالہ وکیل محمد طاہری نے مظلوموں کی داد رسی کو اپنی زندگی کا مشن بنایا ہے ۔ اس کی

فائلوں میں بے شمار تصاویر اور مستند معلومات موجود ہیں۔ وہ خود بھی ہر وقت "غائب" کیے جانے کے خطرے میں ہے۔ اس نے بتایا کہ ۲۳ سالہ ناعمہ اور ۲۹ سالہ نجوعہ بوغلامہ دو بہنیں تھیں۔ دونوں اس عدالت میں کلرک تھیں۔ جس کا جج بدقسمتی سے ان مشتبہ اسلامسٹوں کی فہرست کی تفتیش کر رہا تھا جو سوئس ایجنٹوں نے تیار کی تھی اور ایک سوئس اہلکار نے الجزائری خفیہ پولیس کو فروخت کی تھی۔ دونوں کو سرکاری ایجنٹوں نے اغواء کیا۔ ۲۸ سالہ آمینہ بسلیمان کا قصور یہ تھا۔ کہ اس نے تباہ حال عمارتوں اور قبرستانوں کی تصاویر لی تھیں۔ تاکہ شہریوں کے خلاف حکومت کے تشدد کا ثبوت فراہم ہو۔ اس کو ۱۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کو گرفتار کیا گیا اور پھر نہیں دیکھا گیا۔ اس کی والدہ کو کہا گیا کہ اب اسے دیکھنے کی امید نہ رکھے۔

فسک نے لکھا ہے کہ جب بھی طاہری تمام تصویر مجھے دکھانے کو نکالتا ہے تو میری نظر درجنوں تصاویر پر پڑتی ہے۔ جوان، بوڑھے، لڑکیاں، داڑھی والے، بے داڑھی والے، سب مشتبہ اسلامسٹ۔ ۴۷ سالہ احمد عبود ان میں سب سے بڑا ہے اور ۱۰ سالہ ابراہیم سب سے چھوٹا ہے۔ سعیدہ خروعی، جس کے بال ڈیانا جیسے ہیں، ایک اسلامی گروپ کے مطلوب فرد کی بہن تھی۔ اس سال، مئی کو اسے غائب کر دیا گیا۔ تشدد سے اس کے پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹنے کا معلوم ہوا ہے۔ ٹارچر کے ان ناقابل یقین واقعات کا اس بیسویں صدی میں نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ یہ وہ ہے جو سامنے آگیا ہے، جو نہیں آیا وہ معلوم نہیں کتنا ہے۔ مسلم ممالک کے عوام کے ساتھ انکی ناجائز حکومتیں یہ سلوک کرنے میں کیوں کامیاب ہیں؟ پہلے انکے جمہوری فیصلے کو مسترد کیا جاتا ہے۔ اور پھر فوجی جنرلوں کا ٹولہ ریاست کی مشینری کو اسلام کا نام لینے والوں کا نام ونشان مٹانے کی برخود غلط پالیسی پر عمل میں لگانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ یقیناً مغرب قصوروار ہے کہ ان ظالموں اور جابروں کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے، لیکن امت مسلمہ کے بیدار عناصر، کیوں سب کچھ خاموشی سے برداشت کرتے ہیں؟

مجھے ایک مقرر کی یہ بات یاد آتی ہے کہ جب تک آپ دوسرے پر ظلم کو اپنے پر ظلم نہ سمجھیں گے، ظلم کا سلسلہ نہ رکے گا۔ اگر جمال عبدالناصر کو اخوان پر ظلم نہ کرنے دیا جاتا، تو عالم اسلام میں ان قصائیوں کی حکمرانی کے راستے بند ہوجاتے۔ اگر آج الجزائری حکومت کے ان مظالم کو ہم اپنے پر ظلم سمجھیں تو بہت سے راستے موجود ہیں۔ ۵۰ کے عشرے میں تو رسل و رسائل کا یہ دور نہ تھا جو آج ہے۔ کیا یہ المیہ نہیں کہ ایک اور اسلامی ملک میں ۴ سال سے جاری اس سلسلہ تعذیب کی خبر ہمیں ایک مغربی نامہ نگار دے رہا ہے! کیا دنیا بھر کے "اسلامسٹ" الجزائری حکومت کو دنیا میں نکو نہیں بناسکتے کہ مغرب کیلئے اسکی سرپرستی ناممکن ہوجائے۔ (بحوالہ ترجمان القرآن)

حقانیت اسلام

بی بی سی کے چیف جان برٹ کے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا

اپنا اسلامی نام-یحییٰ رکھا، فوزیہ کے اسلامی شعار نے اسے متاثر کیا۔ دونوں نے نکاح بھی کرلیا

بی بی سی لندن کے سخت گیر ڈائریکٹر جنرل جان برٹ کے بیٹے جوناتھن برٹ نے اسلام قبول کرلیا ہے اور ایک ۲۴ سالہ صحافیہ فوزیہ بورا سے شادی کرلی ہے، اس نے اپنا اسلامی نام-یحییٰ رکھا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کے نام جوناتھن کا یہ عربی ترجمہ ہے۔ نو مسلم-یحییٰ کی ملاقات فوزیہ سے ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی۔ ایک دوست نے بتایا کہ ایک لکچر سننے کے لیے جب دونوں یکجا ہوئے تو

" فوزیہ کے اسلامی طور طریقے دیکھ کر-یحییٰ اسے بڑی عقیدت سے چاہنے لگا، فوزیہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے اور (دورِ وسطیٰ کی مصری تاریخ میں) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے لیے تعلیم حاصل کررہی ہے، اس سے قبل وہ اسی یونیورسٹی سے انگریزی زبان میں فرسٹ کلاس آنرز ڈگری لی چکی ہے۔ اسلام سے رغبت اور اسلام قبول کرنے پر جوناتھن کی آمادگی کی وجہ سے اس کا ایک مسلمان دوست بنا ہے، اس مسلم دوست نے مذہب کے تعلق سے جوناتھن (-یحییٰ) کا رویہ اور نقطہ نظر بالکل بدل کررکھ دیا۔ اور وہ خود بھی رکھ رکھاؤ، طورطریقوں، نشست وبرخاست میں بدلتا چلا گیا، اس مسلم دوست سے اس کا تعلق اس طرح قائم ہوا کہ یہ مسلم دوست اسی کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں رہتا تھا، تعلیم مکمل کرنے کے بعد جوناتھن (-یحییٰ) نے ایک اسلامی مرکز پر کام کرنا پسند کیا، کیونکہ اس نے سوچا کہ اس طرح اسے اسلام کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اس مرکز پر واحد یورپی شخص ہے جو لوگوں کو عربی زبان اور اسلامی ادب وتاریخ اور دوسرے اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مرکز پر اس کا کام موسم گرما کی تعطیلات تک ہے۔ جس کی بعد وہ یہاں سے روانہ ہوکر اپنی یونیورسٹی میں تعلیم پھر شروع کرے گا۔ اس نے اپنا مغربی طور طریقہ، یورپی رنگ ڈھنگ سب ترک کردیا ہے۔ اور اپنا نام-یحییٰ رکھ لیا ہے اب جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اللہ کا نام اور قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی اس میں ہوتا ہے۔ ہندوستانی خاتون فوزیہ سی اس کی شادی گذشتہ ماہ ہوئی تھی جس کے بعد ان دونوں نے شام، اردن، مشرقی بیت المقدس کا دورہ کیا تھا۔ بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل جان برٹ نے بتایا کہ اب ان کا بیٹا تبلیغ اسلام میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے اپنا مغربی لباس بھی ترک کردیا ہے اور شلوار قمیض میں نظر آتا ہے۔ سر پر ہمیشہ ٹوپی رہتی ہے اور اکثر آیات کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تسبیح بھی ہاتھ میں رہتی ہے۔ (بحوالہ تعمیر حیات لکھنو)

بقیہ اداریہ از ص 7 سے

قریب معصوم اور نہتے طالبان جن میں اکثریت پاکستانی طلبہ کی تھی کی اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں اور پوری دنیا نے اس کی تصاویر اور فلمیں دیکھیں لیکن کہیں سے دوحرف احتجاج کسی بھی بین الاقوامی تنظیم کی طرف سے نہ آئے۔ اس قسم کی بدترین سفاکی تو بوسنیا میں بھی عیسائیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کیساتھ نہیں ہوئی تھی۔ جس طرح کہ یہاں پر ہوئی۔ ایسی صورت میں امیرالمومنین مدظلہ کا یہ مطالبہ کہ اس گھناونے جرم کے مرکزی کردار جنرل مالک کو یاتو عالمی عدالت کے سامنے پیش کیاجائے یا پھر اسلامی امارت کے حوالے کیاجائے۔ ان حالات میں ہم ان حلقوں سے سوال کرتے ہیں جوکہ صلح کی رٹ لگائے تھکتے نہیں۔ آیا ان درندوں اور بہائم کے ساتھ اتحاد اور صلح ہوسکتی ہے یا ممکن ہے؟

* بقیہ صـ60 سے (دارالعلوم کے شب و روز)

محفوظ حالات کے پیش نظر امسال طلبہ نے انتہائی جذبہ ایثار وقربانی کے ساتھ رات دن مسلح پہرہ داری کی ۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ آمین ۔

دو صاحبزادوں کی رسم بسم اللہ :- تقریب کے آخر میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے چھوٹے صاحبزادے خزیمہ حقانی اور آپ کے پوتے مولانا حامدالحق حقانی کے صاحبزادے عبدالحق ثانی کی رسم بسم اللہ ادا کی گئی ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیرعلی شاہ صاحب نے ان دونوں کو تسمیہ اور تعوذ پڑھایا ۔ ان دونوں کی عمریں تین ساڑھے تین برس کی ہیں ۔ الحمدللہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خاندان کے اکثر بچے حفظ قرآن سے مزین ہیں ۔

اصفہان کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا شرکت سے انکار :- گذشتہ دنوں ایران میں افغانستان کے مسئلہ کے متعلق ایک نام نہاد مصالحتی کانفرنس منعقد ہوئی ۔ اس میں شرکت کیلئے باقاعدہ ایران کے سفیر نے مولانا سمیع الحق کو دعوت دی تھی ۔ چونکہ اس میں افغانستان کے مسئلہ کے اہم فریق طالبان کو دعوت نہیں دی گئی تھی ۔ اس لئے طالبان زعماء کے مشورہ پر آپ نے اس میں شرکت سے انکار کردیا ۔

وفاق المدارس کے امتحانات :- ہفتہ کے دن مورخہ ۲۸ رجب دارالعلوم میں بھی وفاق المدارس کے زیراہتمام وانتظام امتحانات شروع ہوئے ۔ اس میں تقریباً ۴۰۰ طلبہ نے شرکت کی جمعرات تک جاری رہے ۔

دورہ تفسیر کا آغاز :- امسال بھی حسب سابق دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شیرعلی شاہ صاحب نے تعطیلات میں دورہ تفسیر قرآن کا اہتمام کیا ہے ۔ جس میں سینکڑوں طلباء شریک ہیں ۔
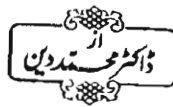
شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

سالانہ امتحانات وجلسہ دستاربندی :- دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ امتحانات ۲۱ رجب سے شروع ہوکر ۲۵ رجب تک جاری رہے ۔ اور مدرسہ کے امتحانات سے فراغت کے بعد فضلاء وحفاظ کرام کی دستاربندی ہوئی ۔ دارالعلوم حقانیہ میں گوکہ جلسہ دستاربندی کا باقاعدہ اشتہار نہیں ہوتا ہے اور نہ مدرسہ کی طرف سے کسی کو باضابطہ دعوت دیجاتی ہے ۔ لیکن فضلاء اپنی طرف سے اپنے دوستوں اور خویش واقارب کو بلاتے ہیں ۔ مگر پھر بھی عامۃ المسلمین دارالعلوم کی عظمت کیوجہ سے اس مبارک اور پروقار تقریب میں شرکت اپنے لیے باعث سمجھتے ہیں ۔ اس لئے امسال بھی حسب سابق ایک محتاط اندازے کے مطابق ۷۰ ہزار کے لگ بھگ افراد نے عظیم الشان تقریب دستاربندی وختم بخاری شریف میں شرکت کی ۔ جس میں ختم بخاری شریف کے علاوہ ۴۵۰ فضلاء اور ۵۵ حفاظ کرام کی دستاربندی کی گئی ۔

تحریک طالبان کے زعماء کی جلسہ دستاربندی میں شرکت :- اسی جلسے میں ملک وبیرون ملک کی کئی اہم شخصیات نے شرکت کی ۔ جن میں تحریک طالبان کے اہم رہنما اور امارت اسلامی افغانستان کے وزیراطلاعات مولانا امیرخان متقی قابل ذکر ہیں ۔ وہ اپنے دوسرے اہم رفقاء کے ساتھ خصوصی طور پر اسی تقریب میں شرکت کیلئے دارالعلوم تشریف لائے تھے ۔ علاوہ ازیں جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر مولانا عبدالغنی ایم این اے ، سینٹر حافظ فضل محمد ۔ مولانا نورمحمد ایم این اے نے بھی اس مبارک تقریب میں شرکت کی ۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز نماز ظہر کے بعد ہوا ۔ تلاوت کلام پاک اور حمدونعت کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح فرمائی اور اہم خطاب فرمایا ۔ کہ اب آپ فارغ نہیں بلکہ آج ہی سے آپ کے سروں پر بہت بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑا ہے ۔

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

آپ کی مفصل اہم اور پرمغز تقریر کے بعد افغانستان کے وزیراطلاعات مولانا امیرخان متقی کو دعوت خطاب دی گئی ۔ اس موقعہ پر حاضرین جلسہ کا جوش وولولہ دیدنی تھا ۔ آپ کی روح پرور

اور ایمان افروز تقریر کے دوران جب انہوں نے طالبان کی قربانیوں جذبہ ایثار، شوق شہادت اور مخالفین کے ظلم وستم اور بربریت کی داستانیں سنائی تو حاضرین کے صبروضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے۔ اور فرط جذبات سے داڑھے مارمارکررونے لگے۔ آپ کا وہ ولولہ انگیز خطاب نذرقارئین ہے۔

میرے معزز علماء کرام وطلباء عظام، الحمدللہ یہ بہت بڑے افتخار کی بات ہے کہ ۱۴۰۰ سال بعد بھی ہمارے ان بھائیوں نے سینکڑوں کی تعداد میں قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم حقانیہ اور قائدشریعت حضرت مولانا عبدالحقؒ اور قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی بے پناہ خدمات ہیں۔ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کو خراج تحسین پیش کروں۔ ؎

پشت دوتائے فلک راست شداز خرمے تاچوں تو فرزند زاد مادر ایام را
حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں خاص کند بندہ مصلحت عام را
وصف تراگر کندودو نکند اہل فضل حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را

میرے بھائیو! ہم اگر مولانا صاحب کو خراج تحسین پیش کریں یا نہ کریں دارالعلوم حقانیہ وہ عظیم دینی مرکز ہے کہ اس میں نہ صرف پاکستانی طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں بلکہ افغانستان میں بھی اکثر یہی طلباء کرام ہیں۔ جوکہ اس جامعہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ جنہوں نے وہاں اسلامی نظام نافذ کیا ہے۔ اور قرآن کریم کے نظام کے نفاذ میں مصروف ہیں۔ یہی طلباء کرام ہیں جنہوں نے محاذ جنگ بھی گرم کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نفاذ کیلئے شب وروز کوشاں ہیں۔ الحمدللہ اس جامعہ نے بہت سخت اور نازک مراحل میں شیخ الہندؒ اور مولانا حسین احمدمدنیؒ اور دیوبند کی دیگر اکابر کی تاریخ زندہ رکھی ہے۔ الحمدللہ اس جامعہ سے لوگ درس وتدریس وسیاست کیلئے بھیجے جاتے ہیں اور خصوصاً محاذجنگ کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ نظام حکومت چلانے کیلئے یہی سے علماء کرام جاتے ہیں اور دعوت وتبلیغ میں اسی مدرسہ کے لوگ مصروف عمل ہیں۔ افغانستان کے طویل جہاد اور حالیہ تحریک طالبان میں جامعہ حقانیہ کا کردار روح رواں اور شہ رگ کی مانند ہے۔ آج نہ صرف افغانستان بلکہ پوری دنیا میں جامعہ کے دینی، روحانی اور جہادی اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔ آج پوری دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو سوائے افغانستان کے جہاں جامعہ حقانیہ اور طالبان کی برکت سے مکمل اسلامی نظام رائج اور نافذ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعاہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو مزید ترقی دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم افغانستان سمیت تمام

دنیا میں اسلامی نظام کیلئے کوشاں رہیں ۔ اور اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کریں ۔ آج ۴۰۰ سال بعد بھی طالبان نے ثابت کردیا کہ طالبان اگر ایک طرف درس وتدریس کرسکتے ہیں تو دوسری طرف نظام حکومت بھی چلاسکتے ہیں ۔

بھائیو ! آج پوری دنیا میں ضعیف ، کمزور اور مظلوم قوم مسلمان ہے ۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑا ہے ۔ آج فلسطین میں مسلمانوں پر ظلم کیا جارہا ہے ۔ کشمیر میں مسلمان ذلیل ہورہے ہیں ۔ لیکن کوئی سننے والا نہیں ہے اگر دنیا میں کوئی لادین طبقہ یا ایک لادین شخص کو معمولی سی ایک کڑوی بات بھی کرے تو پوری دنیا اٹھتی ہے اور چیختی ہے ، لیکن اگر مسلمانوں کے تاریخی مرکز بیت المقدس پر یہودی قابض ہوتے ہیں ، ہندوستان میں بابری مسجد جیسے مقدس عبادت گاہ کو مسمار کی جاتی ہے یا افغانستان میں ہزاروں طالبعلم جام شہادت نوش کرتے ہیں مگر کوئی ایک شخص ایسا نہیں ملتا کہ وہ کہے کہ یہ ظلم کیوں کیا جارہا ہے ؟ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ اسلیئے کیا جارہا ہے کہ ہم نے جہاد کو چھوڑا ہے ۔ آج افغانستان میں طالبان نے اسلامی نظام نافذ کیا ہے ۔ آج اگر طالبان ایک آدمی پر حد قصاص جاری کرلیتے ہیں تو پوری دنیا چیختی ہے کہ یہ ظلم ہورہا ہے ۔ مگر دوسری طرف دوہزار معصوم طالب علموں کو شبرغان میں ملحدین اور کمیونسٹ بے دردی سے شہید کرلیتے ہیں اور انکے ساتھ وہ سلوک اور ظلم کیا جاتا ہے کہ انسانی تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی ۔ آج ہمارے اوپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ طالبان نے ہزارہ جات پر ناکہ بندی کی ہے ، اور وہاں کے لوگ تکلیف میں مبتلا ہیں ۔ یورپ رات دن اس کے متعلق پروپیگنڈہ میں مصروف ہے ۔ لیکن شبرغان میں دوہزار طالب علم شہید کیے جاتے ہیں تو انسانی حقوق کے علمبرداروں کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ۔ اگر وہاں طالبان بھوک اور پیاس سے شہید ہوتے ہیں تو یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ۔ پچھلے دنوں ہمارا ایک ساتھی پنج شیر کے جیل سے نکل کر آیا ۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ نوجوان حافظ قرآن جیل میں تھا ۔ وہاں جیل میں جو نگران تھے وہ اس کو زبان پر بجلی کا کرنٹ دے رہا تھا اس طالب علم نے ان سے کہا کہ میرے ہاتھ کاٹ دو ، میرے پاؤں کاٹ دو جسم کا جو بھی حصہ آپ مناسب سمجھتے ہیں کاٹ دیں مگر زبان کو کچھ نقصان مت پہنچائیں کیونکہ میں نے چھ سال میں بڑی مشکل سے قرآن کریم حفظ کیا ہے اور میری خواہش ہے کہ زندگی بھر قرآن کریم کا تلاوت کرتا رہوں ۔ مگر ان ظالموں نے اس معصوم طالب علم کی بات نہ سنی اور بالآخر ان کی زبان کو کرنٹ دیکر جلادیا ۔ لیکن میں ان ظالموں کو کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ ایک طالب علم کو قرآن کریم کی تلاوت سے منع کرتے ہیں تو یہاں دارالعلوم حقانیہ جیسے اداروں میں ہزاروں حفاظ اور تیار ہوجائینگے ۔

میرے بھائیو ! اس میں شک نہیں کہ تمام کفری دنیا مسلمانوں کے خلاف متحد اور متفق ہے۔ وہ مسلمانوں کی آزادی نہیں چاہتی۔ لیکن میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ نے اتنی تکالیف برداشت کیں اب اپنی محنتوں کو ضائع نہ کریں۔ شبرغان میں آج جہاں دو ہزار طالب علموں کی قبریں مل گئی ہیں۔ ان طالبعلموں میں سے ایک زندہ بچ جانے والا طالب علم کہہ رہا تھا۔ کہ ایک قطار میں سیکڑوں طلباء کو کھڑا کر کے کلاشنکوفوں کے برسٹ چلاتے اور ایک ہی وار میں سینکڑوں طالب علم شہید کئے گئے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں بھی گر گیا اور گرنے کیوجہ سے بچ گیا۔ جب وہ چلے گئے تو ایک طالب علم نے آواز دی کہ کوئی اور زندہ بچا ہے۔ میں اٹھ گیا اور اس کے پاس گیا اس کو دیکھا تو وہ زخمی تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب کیا کرینگے۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ آپ جائیں یہاں سخت گرمی ہے پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نہ کوئی سایہ ہے ایسا نہ ہو کہ آپ بھی اس شدید گرمی اور پیاس سے شہید ہو جائیں۔ میں نے ان سے رخصت لی اور چند قدم لئے تو انہوں نے مجھے واپس بلایا اور کہا کہ طالب علموں کو میرا سلام کہہ دو۔ اور یہ بھی کہیں کہ ہمارے خون کے ساتھ غداری نہ کرنا۔ میرے بھائیو ! اس طالب علم نے آپ لوگوں کو پیغام بھیجا ہے۔ اس نے اپنے والدین یا اپنی بیوی یا اپنے رشتہ داروں کے نام کوئی پیغام نہیں بھیجا ہے۔ ان شہداء کی نظریں آپ پر ہیں۔

آج ہم بہت بڑے امتحان میں مبتلا ہیں۔ ہزاروں طالب علم شہید ہو گئے۔ طلباء نے بہت قربانیاں دیں۔ آج بعض طالب علم مایوسی کے شکار ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تحریک طالبان میں برے لوگ داخل ہو گئے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ لوگ آئیں اور ان برے لوگوں کو نکال دیں اور اللہ کی دین کی حفاظت کریں۔

بھائیو ! طالبعلموں کے ساتھ تو صرف ایک سر تھا جو انہوں نے اللہ کے حضور پیش کیا اور خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کیا۔ اب اس خون کی لاج آپ لوگوں نے رکھنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر رہے۔

• مولانا عبدالغنی ایم این اے نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ ایک اعظیم مثالی ادارہ ہے۔ اور اس کا فیضان تمام عالم میں جاری ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں جشن صد سالہ کے موقع پر مجھ سے پاکستان کے بڑے مدارس کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے دارالعلوم حقانیہ ہی بتادیا۔ تقریب دستابندی میں فرانس کے قائم مقام سفیر متعین پاکستان مسٹر سرانہ بھی اتفاقاً تشریف لائے تھے۔ جلسہ کی حفاظت کا انتظام طلباء نے اپنے ذمہ لیا تھا اور اس عظیم اجتماع کو ایسے منظم انداز سے اختتام تک پہنچایا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ اور اسی طرح ملک کے مخصوص غیر

بقیہ ص 56 پر

مولانا حافظ ابراھیم فانی صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نام کتاب :- حرف شیرین

مصنف :- مولانا نورعالم خلیل امینی استاذ ادب عربی ومدیر ماہنامہ " الداعی " دارالعلوم دیوبند انڈیا

صفحات ۱۲۲ ۔ قیمت :- ۴۴ روپے

ناشر ادارہ علم وادب افریقی منزل قدیم دیوبند

عربی زبان کی افضلیت واہمیت عالمگیریت اور آفاقیت مسلم ہے ۔ اس دعویٰ کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور وحی اسی زبان میں نازل ہوئی ۔ اور صاحب وحی علیہ التحیۃ والسلام اسی عربی مبین کے حامل ہیں ۔ اسی اہمیت کے پیش نظر تمام مسلمانوں کیلئے عربی زبان کا سیکھنا ازحد ضروری ہے ، اس لئے کہ قرآن وحدیث کی زبان یہی ہے ۔ تو جب تک عربی قواعد وضوابط اور رموز ومحاورہ سے واقفیت نہ ہو اسی وقت تک قرآنی مطالب حدیث کے مفاہیم اور دیگر عربی کتب وتصانیف کو سمجھنا مشکل ہے ۔

حضرت المخدوم مولانا نورعالم خلیل امینی صاحب مدظلہ جوکہ نہ صرف اردو کے بہترین ادیب اور نقاد ہیں بلکہ عربی ادب میں بھی انہوں نے اپنی قابلیت اور کامل استعداد کالوہا برصغیر اور عالم عرب میں منوایا ہے ۔ جس پر ان کی ادارت میں نکلنے والا ماہنامہ " الداعی " شاھدعدل ہے ۔ زیر تبصرہ کتاب میں خود مصنف کے الفاظ میں عربی زبان وادب کی ایک بزم میں کی گئی ایک اہم اور دراز نفس تقریر جس میں عربی زبان کی اہمیت اس کو تحریرآ اور تقریرآ سیکھنے کے طریقوں جملہ نگاری سے مضمون نگاری تک کی منزلوں عربی کو عربی کے لہجہ میں بولنے کی تدبروں ، خوش خطی کے فوائد بدخطی کے نقصانات تحریر کی مختلف شکلوں کے حوالے سے علماء نفسیات کے اخذ کردہ نتیجوں عربی اور اردو میں عصر حاضر میں استعمال کردہ رموز اوقاف عربی ہمزے کی کتابت کے ضروری قواعد وامثال عربی عبارت کو صرفی ونحوی غلطی سے پاک کرنے کی راہوں کی دلچسپ اور برجستہ انداز میں نشاندہی کی گئی ہے ۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ زبان وادب کے تمام شائقین کیلئے ایک تحفہ پیغام اور ناگزیر ضرورت ہے" ۔ کتاب کے آخر میں اشاریہ ایک پرلطف اضافہ ہے اور حواشی میں مزید

توضیحات اور تشریحات کی گئی ہیں ۔ گویا کتاب دریا بکوزہ اندر کا صحیح مصداق ہے ۔ انتہائی قلیل عرصہ میں کتاب کے تین ایڈیشنوں کا نکلنا بزات خود کتاب کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے ۔

نام کتاب انوار حق

افادات وخطابات :- شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب مدظلہ

صفحات :- ۲۶۲ قیمت :- ۸۰ روپے ۔

ملنے کا پتہ :- موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم استاذی واستاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے تقسیم ہند کے بعد جب یہاں اپنے محلے کی جامع مسجد میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی ، تو اسی مسجد میں آپ باقاعدگی سے خطبہ جمعہ دیتے رہے ۔ آپ نے مسلسل ۴۰ ۔ ۴۵ سال تک باوجود ضعف وعلالت اور کثیرالنوع مشاغل کے وہاں پر خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور ان کے خطبات کا مجموعہ بنام " دعوات حق " دو جلدوں میں منظرعام پر آچکا ہے جس سے ایک عالم فیضیاب اور مستفیض ہورہا ہے ۔ آپ کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند استاذنا المحترم حضرت علامہ مولانا حافظ انوارالحق صاحب مدظلہ استاذ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اب اسی مسجد میں باقاعدگی سے خطبہ جمعہ دے رہے ہیں ، گوکہ حضرت الشیخؒ کی حیات میں ہی میں بوجہ علالت حضرت کے آپ ہی خطبہ دیتے رہے ۔ چونکہ آں محترم کے خطبات کی تدوین وترتیب کا اسی وقت سے اہتمام نہیں کیا گیا ۔ اگر اس وقت سے اس کا اہتمام کیا جاتا تو آج کئی جلدوں میں یہ خطبات منظر عام اور منصۂ شہود پر آجاتے ۔ بہرحال بعد میں آپ کے مخلص شاگردوں کے مشورہ پر ان خطبات کی ترتیب وتدوین کا اہتمام کیا گیا ، اور الحمد للہ " انوارحق " کے نام پر پہلا مجموعہ طبع ہوگیا ۔ پچھلے چند سالوں سے خطبات ومواعظ کے کئی مجموعے منظر عام پر آئے ہیں ، اور ہر ایک کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب میں خطبہ جمعہ کیلئے بھرپور مواد موجود ہے ، جس میں دعوت فکر ، شستگی اور شائستگی کے ساتھ ساتھ ایک داعی کا درد دل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۔ اور گویا یہ کتاب حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خطبات کا نقش ثانی ہے ۔کتاب پر بھرپور تبصرہ اندرونی ٹائٹل پر ان الفاظ میں موجود ہے ۔" جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ حدیث وتفسیر حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب کے خطبات اور اور مواعظ جمعہ کا حسین گلدستہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خطبات کی ایک جھلک الولد سرلابیہ کا نمونہ علوم ومعارف کا خزنیہ مختلف موضوعات پر علمی ودینی اور روح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع ازدل خیزد

بردل ریزد کا صحیح مصداق سلاست اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ۔ خطباء مبلغین اور اصلاحی حلقوں میں یکساں مفید ہے ۔"

نام کتاب :- بکھرے موتی اردو ترجمہ :- نشرالمرجان من مشکلات القرآن
تالیف :- مولانا محمد افضل خان مترجم وشارح :- مولانا محمد فاروق حسن زئی
صفحات :- ۶۱۶ ناشر :- درخواستی کتب خانہ بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب پیغمبر خدا جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر برہان قاطع اور تاقیامت حضوراکرمؐ کا معجزہ خالدہ ہے ۔ اس لیے اس کتاب آخرین کی جتنی خدمت کی گئی ہے اتنی کسی اور کتاب کے حصہ میں نہیں آئی ۔ ہر زاویہ نگاہ سے اس تنزیل من رب العالمین کی تشریح کی گئی ۔ مگر جتنا وقت گزرتا جائیگا اتنا ہی اس کے مفاہم اور مطالب نکھرتے جائیں گے ۔ کیونکہ یہ ایک سیل معانی ہے ۔ اس کا ضبط کسی کے بس کی بات نہیں ۔ لیکن ہر ایک مفسر نے ایک خاص موضوع کو اپنایا ، اور گویا ایک جہت سے .بحسب طاقت بشریہ اس دریائے ناپیدا کنارمیں غواصی کی ، اور گہرہائے تابناک وآبدر چن لئے ۔

زیرتبصرہ کتاب حضرت مولانا محمد افضل خان صاحب کے تفسیری نکات جوکہ پشتو زبان میں نشرالمرجان کے نام سے جمع کئے گئے ہیں ، اور گویا آپ کے سالہاسال کی محنت شاقہ کا خلاصہ ہے ۔ آپ نے انتہائی محنت اور عرقریزی کے ساتھ یہ تفسیری فوائد اور نکاب ولطائف مرتب کئے ۔ مزید برآں آپ نے اسی کتاب میں قرآن پاک کے مشکل مقامات اور آیتوں کی تمام توجہات مستند تفاسیر سے نقل کی ہیں ۔ اور شائقین علوم قرآنیہ کیلئے ایک خاص تحفہ اور ارمغان تیار کیا ہے ، تاکہ علوم قرآنیہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات درجنوں تفاسیر کی ورق گردانی سے بے نیاز ہوجائیں ۔ چونکہ اصل کتاب پشتو زبان میں ہے ۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کا افادہ عام ہوجائے ۔ چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ کے تلامذہ نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا اہتمام کیا ۔ اور یوں نشرالمرجان کا ترجمہ وتشریح بکھرے موتی کے نام سے شائع کیا گیا ۔ کتاب صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے انتہائی مفید ہے ۔

نام کتاب :- علاج قرآنی تالیف الشیخ سعید بن علی القحطانی
ترجمہ واضافہ :- لضیب الرحمن علوی ۔ صفحات :- ۱۵۰ قیمت :- ۵۰ روپے
ناشر :- درخواستی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: وننزل من القرآن ما هو شفآء و رحمة للمؤمنين اس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو شفا سے تعبیر کیا ہے۔ اور امراض دو قسم کے ہیں۔ ایک روحانی مرض اور دوسرا جسمانی۔ اور قرآن پاک ان دونوں امراض کیلئے شفاء کامل ہے۔ بشرطیکہ یقین محکم اور اعتماد ہو۔ علاج بالقرآن کا طریقہ خیرالقرون ہی سے متوارث چلا آرہا ہے۔ اور اس موضوع پر درجنوں کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب اعمال قرآنی سے کون واقف نہیں۔ زیر تبصرہ کتاب شیخ سعید ابن علی بن وھف القحطانی جوکہ سعودی عرب کے مقتدر علماء میں سے ہیں۔ ان کے ایک عربی رسالے العلاج بالرقیٰ من الکتاب والسنة کا ترجمہ ہے اور مترجم نے اس کے ساتھ افادہ عام کی خاطر مزید اضافات کئے ہیں، جوکہ یقیناً فائدے سے خالی نہیں۔ زیرنظر کتاب کے چند خواص اور امتیازات یہ ہیں۔ بیماری کے علاج کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر ان اصولوں اور اسباب کو بھی بیان کیا گیا ہے جس کو اختیار کرکے بیماری سے بچا جاسکتا ہے۔ جادو اور نظربد کے اثر سے بچنے کیلئے اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ روحانی علاج کے ساتھ ساتھ زود اثر داؤں کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی خصوصیات ہیں جس کا احصاء مترجم نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔ امید ہے کہ عامۃ المسلمین اس کتاب سے کماحقہ مستفید ہوں گے۔ کتابت طباعت اور گٹ اپ انتہائی دیدہ زیب ہے۔

Regd. No. P - 90 Monthly " AL HAQ" Akora Khattak

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کی مناسبت سے تاریخی دستاویذات اور ناقابل تردید حقائق کا مرقع

ماہنامہ " الحق " دارالعلوم حقانیہ کا خصوصی شمارہ

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کے سلسلے میں برصغیر میں اسلامی اور دینی صحافت کا علمبردار جریدہ ماہنامہ " الحق " نے ایک تاریخی دستاویز کے طور پر خصوصی نمبر شائع کردیا ہے ۔ جس میں ملک وملت کے چوٹی کے مقالہ نگار اور مضمون نویس حضرات نے حصہ لیا ہے ۔ ان مقالہ نگاروں میں علماء کرام کی نگارشات دور حاضر کے مشہور محققین ، پروفیسرز، سکالرز ، ڈاکٹرز اور دیگر دینی وقومی درد رکھنے والے حضرات شامل ہیں ۔ انشاء اللہ موضوعات کی آفاقیت اور اہمیت کے اعتبار سے " الحق " کا خصوصی نمبر آپ کو علم اور تحقیق کے نئے گوشوں اور زاویوں سے متعارف کرائیگا ۔

موضوعات

★ پچاس سالہ روداد سفر ★ کیا پایا ؟ کیا کھویا ★ پاکستان کی ضرورت کیوں ؟
★ مقصد تخلیق پاکستان سے مسلسل انحراف ★ کیا ملک میں مغربی جمہوریت کا تجربہ کامیاب رہا
★ " گولڈن جوبلی " اور پاکستان ★ کیا واقعی سرسید دوقومی نظریہ کے بانی تھے ؟
★ تحریک آزادی وتحریک پاکستان میں علماء کا روشن کردار ★ نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان
★ آزادی کا مفہوم ★ ہمارے پچاس سالہ کارنامے ★ ملک تو بن گیا مگر قوم ؟
★ مسلسل ناکامیوں کی داستان الم ★ پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل ۔

اسی طرح دیگر معلومات افزا اور سنسنی خیز انکشافات اور تجزیے

دفتر ماہنامہ " الحق " دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

صفحات : 164 قیمت صرف =/35 روپے